سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2016

جمعرات،16۔جون2016
(یوم الخمیس،10۔رمضان المبارک1437ھ)

سولھویں اسمبلی: بائیسواں اجلاس

جلد 22:شمارہ 2

53

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ16۔جون2015

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال 17-2016 پر عام بحث

55

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعرات،16۔جون2016

(یوم الخمیس،10۔رمضان المبارک1437ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر40 منٹ پر زیر صدارت **جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔**

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ
عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (183) اَیَّامًا
مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ فِدۡیَةٌ
طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ ؕ
وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (184) شَهۡرُ رَمَضَانَ
الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ
الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ ؕ وَ
مَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ
یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّةَ
وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ (185)

سورة البَقَرَة آیات 183تا185

مومنو!تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو(183)(روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلادیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے(184)(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو(185)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں اب تفرقہ خود آ کے پڑا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چاروں طرف اس میں بپا ہے
اُمت میں تیری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
نسبت بہت اچھی ہے مگر حال بُرا ہے

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 17-2016 پر عام بحث

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 17-2016 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ بحث 21۔ جون تک جاری رہے گی اور میری کوشش ہوگی کہ جن صاحبان کے نام میرے پاس آئے ہیں ان کو ضرور موقع ملے تاہم میری مقررین سے گزارش ہوگی کہ وہ کم از کم وقت میں اپنی بات مکمل کریں تاکہ دوسروں کو بھی موقع مل سکے۔ جن صاحبان نے نام نہیں بھجوائے تو میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے نام سیکرٹری اسمبلی کے پاس بھجوادیں۔ اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 17-2016 پر بحث کا آغاز کرتے ہیں اور میں قائد حزب اختلاف میاں محمود الرشید کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! شکریہ۔ پنجاب کا بجٹ حسب روایت بار بار کی درخواست اور حکومت کو یاددہانیوں کے باوجود اس مرتبہ بھی کلرکوں، سیکشن افسروں اور ڈپٹی سیکرٹریوں کی سفارشات پر یہ compile ہوا، پیش کیا گیا اور پاس بھی ہو جائے گا۔ میں پچھلے کئی سالوں سے وزیر خزانہ اور حکومت کی خدمت میں یہ عرض کرتا رہا ہوں اور اب پھر دوبارہ اس بات کو دہرائے دیتا ہوں کہ اگر یہ بجٹ تیاری سے پہلے جو ہمارے مختلف ڈیپارٹمنٹس کی ان سٹینڈنگ کمیٹیز ہیں، ہر محکمے کی ایک سٹینڈنگ کمیٹی ہے جس کے ممبر تمام منتخب نمائندے ہیں، کیا ہم اسی طرح سے یہ سارا وقت ضائع کرتے رہیں گے۔ بیوروکریسی پر ہمارا انحصار کب تک چلتا رہے گا اور ان منتخب نمائندوں کو ہم کب empower کریں گے، یہاں پر 80 فیصد حکومتی بنچوں سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز ہیں یا 80 فیصد سے بھی زائد ہوں گے تو کیوں ان پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور سٹینڈنگ کمیٹیوں کا مقصد کیا ہے؟ پوری دنیا میں جہاں بھی پارلیمانی جمہوریت ہے کہیں پر بھی ایسا نہیں ہوتا کہ کلرک، بیوروکریٹ اور سیکشن افسر پچھلی بجٹ کی کتابیں اٹھائیں اور اس میں 19/20 کی تبدیلی کریں اور ٹھیک سے 25 کلو کی کتابیں یہاں پر رکھ دی جائیں اور ایک دو دن ہم یہاں پر اپنی اپنی تقریر کریں اور گھروں کو چلے جائیں تو خدا کے لئے آئندہ واسطے ہی یہ اس practice کو اپنا لیں کیونکہ جو درد، دکھ، priority اور مسائل ایک منتخب نمائندہ سمجھ سکتا وہ کبھی کوئی سرکاری کارندہ اور بیوروکریٹ نہیں سمجھ سکتا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے منتخب نمائندوں کی true spirit کے ساتھ ان کو empower کیا جانا چاہئے کیونکہ جو fix priorities وہ کر سکتے ہیں وہ کبھی بھی بیوروکریسی نہیں کر سکتی۔ میرا چیلنج ہے کہ آپ پچھلا پندرہ سالہ بجٹ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ایک ہی انداز کے ساتھ figures میں 19/20 کر کے بجٹ آپ کے سامنے آ جاتا ہے۔ خدا کے لئے ان تمام سٹینڈنگ کمیٹیوں ایجوکیشن، ہیلتھ، لوکل گورنمنٹ، ہوم، لاء اینڈ آرڈر اور ریونیو کو آپ آئندہ یہ ٹاسک دیں۔ وہ کمیٹیاں proposals تیار کریں کہ onground پنجاب کی عوام کے حقیقی مسائل کیا ہیں، ان کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں، کیا ترجیحات صرف ٹرانسپورٹ ہونی چاہئے یا ترجیحات میں کسان اور ایگریکلچر سب سے اوّلین ترجیح ہونی چاہئے، ترجیحات میں پینے کے لئے صاف پانی کا کون سا نمبر آتا ہے، صحت اور تعلیم کو کہاں رکھا جانا چاہئے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم بار بار یہ بات کرتے ہیں لیکن حکمران یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ نقار خانے میں توتی کی آواز ہے اور اپوزیشن کی اس آواز کو کبھی وزن نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ 100 فیصد جو منتخب نمائندے ہیں یہ ان کے دل کی آواز ہیں کہ انہیں empower کیا جائے وہ اپنے تن من، دھن اور اپنے ذہن کی تمام صلاحیتوں کو لے کر بجٹ میں عملی طور پر اس وقت ہی شامل ہو سکتے ہیں کہ جب انہیں اس بجٹ کی دستاویز کی تیاری میں involve کیا جائے، ان کی ترجیحات کو لیا جائے اور ان کی ترجیحات کو سامنے رکھا جائے لیکن انتہائی افسوسناک بات ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔ آج بجٹ پیش ہوا ہے اور کل کروڑوں روپے کے اشتہارات دیئے گئے ہیں یہ کیا تماشا ہے بھئی؟ یہ پنجاب کے 10 کروڑ عوام کی خون پسینے کی کمائی ہے۔ آپ نے کون سا مورچہ فتح کر لیا ہے کہ آپ اخبارات میں قد آور فرنٹ پیج پر کروڑوں روپے کے اشتہارات دے رہے ہیں کہ ہم نے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر بھی آپ اس کو مسلسل چلائے جا رہے ہیں یہ شرمناک بات ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حکمران امانت میں خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آپ نے بجٹ پیش کیا ہے اور ابھی بجٹ پاس بھی نہیں ہوا ہے اور بجٹ بھی کون سا پیش کیا، خسارے کا بجٹ پیش کیا ہے۔ اگر یہ ٹیکس فری بجٹ ہوتا اگر یہ deficit کا بجٹ نہ ہوتا تو چلیں اس کی کوئی justification بھی بنتی تھی کہ جناب حکمرانوں نے تاریخ میں یہ ایک انوکھا کام کیا ہے اور یہ پنجاب کا ٹیکس فری بجٹ ہے اور یہ خسارے کا بجٹ نہیں ہے لہٰذا ب اس پر خوشی کے شادیانے بجاتے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے اور شرم کی بات ہے کہ 114۔ ارب روپے اس بجٹ کا خسارہ ہے اس کو پورا کرنے کے لئے ہم نے کشکول اٹھایا ہوا

ہے، ہم ترلے لے رہے ہیں کہ بجٹ کے اس خسارے کو پورا کیا جائے، ہم خوشی سے شادیانے بجا رہے ہیں اور کروڑوں روپے کے اشتہارات دے رہے ہیں۔185۔ارب روپے کے نئے ٹیکسز نے پنجاب کے ہر طبقے کو جکڑ دیا ہے، کسی کو نہیں چھوڑا اور دیہاتوں میں جن کو ہم سیپی، نائی، لوہار، ترکھان، موچی اور جولاہے کہتے ہیں سب پر ہی آپ نے سروسز سیلز ٹیکس کے نام پر ٹیکس لگا دیا ہے۔آپ یہ بجٹ پیش کر رہے ہیں اور اس پر آپ خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبے کی مالی حالت میاں محمد شہباز شریف اور ان کا خاندان یوں تو 30/25سال سے پنجاب پر حکمران ہیں لیکن مسلسل اقتدار کا نواں سال ہے جب 2008میں منتخب ہوئے تو اس وقت صوبہ402۔ارب روپےsurplus میں تھا اور خزانہ بھرا ہوا تھا لیکن آج نویں سال میں یہ صوبہ533۔ارب روپے کا مقروض ہے یہ according to figures ہے اس کے علاوہ پتا نہیں کتنا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے یا کہ ڈوب مرنے کا مقام ہے؟

جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ بجٹ پیش کر کے میری بہن محترمہ وزیر خزانہ نے جس اعتبار سے، جس انداز سے لہک لہک کر بازو کو لہرا لہرا کر بجٹ پیش کیا تو ایسے لگا جیسے کہ پنجاب میں پتا نہیں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں لیکن جب بجٹ کی دستاویزات دیکھیں اور اس کے ورق الٹے تو پتا چلا کہ صوبے کے یہ حالات ہیں۔ مجھے اس وقت پنجابی کا مصرعہ بڑاfit نظر آیا کہ:

"پلے نئیں دھیلا تے کردی پھرے میلہ میلہ"

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک ایسا بجٹ جو خسارے کا بجٹ ہے جس میں185۔ارب روپے کے نئے ٹیکس، 114۔ارب روپے کے بجٹ deficit کو پورا کرنے کے لئے قرضے جن پر محترمہ خوشی سے شاداں و فرحاں ہیں اور حکمران کروڑوں روپے کے اشتہارات اخبارات میں دے رہے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔ وزیر خزانہ نے پچھلے سال بجٹ تقریر میں جو اہداف مقرر کئے تھے وہ تقریر میرے پاس ہے جس میں یہ فرماتی ہیں کہ صوبے کی معاشی ترقی کی شرح 2018تک سات سے آٹھ فیصد تک لے کر جائیں گے، نوجوانوں کو روزگار کی فراہمی کے لئے دس لاکھ مواقع پیدا کرنا، 2018تک صوبے میں پرائیویٹ انوسٹمنٹ کو دُگنا کرنا اور اس کے ساتھ ہی برآمدات میں اضافے کی شرح کو15 فیصد تک لے کر جانا ہے۔

جناب سپیکر! میرا یہ چیلنج ہے کیونکہ ان تمام اہداف میں سے کوئی ایک ہدف بھی حاصل نہیں کیا جا سکا۔ معاشی ترقی کی شرح وزیر خزانہ 4.7 فیصد کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ایک ڈیڑھ سال پیچھے رہ گیا ہے لہٰذا ہم اسے سات سے آٹھ فیصد تک لے کر جائیں گے جبکہ غیر جانبدار اداروں کے تمام سروے 3.8 فیصد کہہ رہے ہیں۔ چلیں، ہم 4 فیصد ہی تصور کر لیتے ہیں لیکن کیا ایک سال میں آپ مزید 4 فیصد اس میں اضافہ کریں گے never کیونکہ growth rate total failure ہے۔اس میں سب سے بڑا failure ایگریکلچر کے اندر ہے۔ پاکستان کا پنجاب جو ایک زرعی صوبہ ہے جس میں اس growth rate کو بہتر کرنے کے لئے اس میں بہتری لانا ضروری تھی جو کہ minus two پر گیا اور پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔انہوں نے کہا کہ دس لاکھ نوجوانوں کو روزگار فراہم کریں گے جبکہ 100 ملیں اور کارخانے بند ہو گئے۔ دس لاکھ افراد پچھلے تین سالوں میں بے روزگار ہوئے ہیں جبکہ ان کا پچھلی دفعہ یہ target تھا کہ دس لاکھ لوگوں کو ہم نوکریاں دیں گے۔

جناب سپیکر! اسی طرح انہوں نے کہا کہ پرائیویٹ انوسٹمنٹ کو ڈگنا کرنا ہے۔ میں نے جیسے پہلے کہا کہ فیکٹریاں اور کارخانے دھڑا دھڑ بند ہو رہے ہیں لیکن اس بجٹ میں حکومت نے انڈسٹری اور فیکٹری کا نام تک لینا گوارا نہیں کیا جبکہ دوسری طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم انوسٹمنٹ کو double کریں گے۔اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ برآمدات میں اضافے کی شرح کو 15 فیصد تک لے کر جانا ہے جبکہ 18 فیصد کم ہو گئی ہے اور برابر بھی نہیں رکھ سکے۔ 25 بلین ڈالر پچھلی دفعہ تھی اور 21 بلین ڈالر اس دفعہ ہے یعنی 18 فیصد اس میں کمی واقع ہو چکی ہے۔انہوں نے اب 0.9 فیصد ایکسپورٹ ٹیکس بھی لگا دیا ہے۔ دنیا میں کسی بھی ملک کے اندر اپنی برآمدات کو بڑھانے کے لئے زیرو ریٹ ہوتا ہے۔اس میں تھوڑی بہت بہتری ہو سکتی تھی لیکن انہوں نے تقریباً ایک فیصد ایکسپورٹ ٹیکس لگا کر اس کا گلا بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گھونٹ دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں پہلے بجٹ میں ٹیکسوں کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ اس میں 185۔ارب روپے کے ٹیکس ہیں جبکہ یہ کہتے ہیں کہ کوئی ٹیکس نہیں لگا۔ میں نے شروع میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے کوئی طبقہ چھوڑا ہی نہیں ہے جس پر ٹیکس نہ لگا ہو۔آئندہ سال پنجاب کے حکمرانوں کی یہی سوچ اور یہی mindset رہا تو شاید سانس لینے پر بھی ٹیکس لگ جائے، یہ بعید نہیں کہ ہر قبر پر بھی یہ ٹیکس لگا دیں گے اور کہیں گے کہ جو بندہ مرے گا اور جو اس کی قبر بنائے گا اتنا ٹیکس اسے بھی دینا پڑے گا۔ یہ طریقہ، یہ سوچ اور یہ انداز کہ کسی طبقے کو بھی نہیں چھوڑا اور اس ٹیکس نیٹ سے باہر نہیں

رہنے دیا۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ 0.9 فیصد ایکسپورٹ پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے، خالی پلاٹوں پر ٹیکس لگا دیا ہے اور انتہائی مضحکہ خیز بات ہے کہ ہر طرف سے پنجاب کے تمام طبقوں کو ٹیکس نیٹ کے اندر جکڑ دیا ہے۔ بطور شاعر کہ:

کس کس کی زباں روکنے جاؤں تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں تیرا ہاتھ نہیں ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ایک انتہائی اہم اور serious بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کی توجہ بھی چاہتا ہوں۔ 2015-16 کے وائٹ پیپر اور 2016-17 کے وائٹ پیپر میں ایگزیکٹو سمری کے اندر سو فیصد تضاد ہے، اس میں کوئی ایک figure دوسری figure کے ساتھ نہیں ملتی۔ آپ مجھے یہ بتادیں کہ ہم کس کو درست سمجھیں اور کس کو درست مانیں؟ میرے پاس 2015-16 کے وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر 7 میں جتنی figures ہیں وہ 2016-17 کے وائٹ پیپر کی figures کے ساتھ نہیں ملتیں۔ ان دونوں وائٹ پیپرز کی کاپی میں وزیر خزانہ کو بھجوا دیتا ہوں جو اسے دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ صفحہ نمبر 7 دیکھ لیں گی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اس میں اتنا بڑا فراڈ ہے اور اس ایوان کی توہین اور breach of privilege ہے۔ اسمبلی کے floor پر ایک بجٹ پاس کرا دیا، کیا وہ غلط تھا یا جو آج پیش کیا ہے یہ غلط ہے؟ 2015-16 کے بجٹ کے وائٹ پیپر کے اندر 23 محکمہ جات ہیں جن کے اندر کوئی figure کسی دوسری کے ساتھ نہیں ملتی اور مختلف figures ہیں۔ 2015-16 میں جو بجٹ پیش ہوا تھا اس کا جو یہاں پر reference دیا گیا ہے وہ 2016-17 میں total different ہے۔ یہ کون سا جادو ہے، فراڈ ہے، غلطی ہے، دانستہ کیا گیا ہے یا غیر دانستہ کیا گیا ہے لیکن یہ اسمبلی کے floor پر کیسے آ گیا؟ یہ انتہائی serious معاملہ ہے لہٰذا اس کی تحقیقات ہونی چاہئیں۔ وزیر خزانہ کو فوری طور پر اس کو probe کرنا چاہئے کہ یہ حرکت کیوں ہوئی ہے؟ اگر یہ حرکت ہوئی ہے تو اس ایوان کے سامنے انہیں یہاں پر کھڑے ہو کر apologize کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جب وہ wind up کریں گی تو ضرور بتائیں گی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے انہیں books بھی بھیج دی ہیں جو انہیں دیکھ لیں اور اپنے کسی expert کو بھیج کر تسلی بھی کروالیں۔ اب میں تھوڑا سا اوپر سے نقشہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ 15-2014 میں وزیر اعلیٰ ہاؤس و سیکرٹریٹ کا بجٹ 21 کروڑ 99 لاکھ روپے تھا جبکہ خرچ 45 کروڑ روپے کئے گئے۔ 16-2015 کے بجٹ میں 34 کروڑ 42 لاکھ روپے رکھے گئے تھے جبکہ خرچ 57 کروڑ 24 لاکھ روپے کئے گئے۔ 16-2015 میں سیکرٹریٹ سے ہٹ کر وزیر اعلیٰ ہاؤس کے لئے 13 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جبکہ خرچ 14 کروڑ روپے کئے گئے یعنی پچھلے سال میں جو رقم مختص تھی اس سے 70 فیصد زائد رقم خرچ کی گئی۔ آئندہ کے لئے 42 کروڑ 38 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ وزیر اعلیٰ جو خادم اعلیٰ ہیں یہ 15-2014 میں بجٹ 21 کروڑ 99 لاکھ یعنی 22 کروڑ روپے رکھتے ہیں جبکہ دو سال کے اندر اندر اس بجٹ میں سو فیصد اضافہ کر دیتے ہیں۔ اب یہ بجٹ 42 کروڑ 38 لاکھ روپے رکھا گیا ہے یعنی سرکاری ملازمین اور کلرکوں کی تنخواہ کے لئے آپ 10 فیصد بڑھائیں جبکہ اپنی ذات کے لئے سو فیصد بڑھائیں۔ خادم اعلیٰ ہمیں روزانہ کتنے میں پڑ رہے ہیں، ذرا یہ figure جمع تو کریں؟ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کے ٹوٹل ملا کر 61 کروڑ 24 لاکھ روپے بنتے ہیں اور آپ اسے ذرا دنوں پر لے جائیں تو 17 لاکھ روپے روزانہ میں خادم اعلیٰ پڑ رہے ہیں جو کہ کسی ملک میں، کسی صوبے میں اور کسی مقروض صوبے میں شرمناک بات ہے۔ صوبے کا جو چیف ایگزیکٹو ہے، کوئی تصور کر سکتا ہے کہ جہاں پر 40 فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہوں، جہاں پر لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہ ہو، جہاں پر خادم اعلیٰ انقلابی باتیں، انقلابی شعر ہر محفل میں، ہر تقریر میں اور ہر ایوان میں گنگنا رہے ہوں لیکن خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کہ 17 لاکھ روپے، میں 1700 روپے، 17 ہزار روپے نہیں کہہ رہا، ایک لاکھ 17 ہزار روپے نہیں کہہ رہا بلکہ 17 لاکھ روپے کہہ رہا ہوں کہ روزانہ خادم اعلیٰ کا خرچہ ہے جو کہ لمحہ فکریہ ہے۔

جناب سپیکر! ذرا مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی اہلیہ عید کے موقع پر کہتی ہیں کہ کل عید پر کھانے کی سپیشل میٹھی چیز بنا رہی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ بجٹ تو تھا نہیں۔ فنانس کے لوگوں سے بات کرتا ہوں محترمہ اہلیہ کہتی ہیں کہ میں نے روزانہ کے خرچ سے کچھ بچا بچا کر رکھا ہوا تھا اور اس سے ہم یہ ڈشیں بنا سکتے ہیں۔ خاموشی سے سن لیا اور ماتھے پر ناگواری کا احساس ہے۔ اگلے دن جا کر وہاں پر کہتے ہیں کہ میری تنخواہ میں سے اتنی کٹوتی کر دی جائے کہ میں اس کے بغیر بھی اپنا گزارا کر سکتا ہوں۔ پچھلے مہینے میں نے اتنے میں گزارہ کیا ہے اور میری اہلیہ نے اتنے پیسے بچا لئے تھے تو اس کا

مطلب ہے کہ میں اس کے بغیر بھی اپنی زندگی گزار سکتا ہوں۔ وہ ہمارے راہنما تھے، ایک یہ راہنما ہیں کہ زبانی اتنے بڑے بڑے دعوے، اتنی بڑی بڑی باتیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہئے کہ جس پر وہ عمل نہ کر سکیں اس لئے یہ 17 لاکھ روپے روزانہ کا وزیر اعلیٰ کا خرچ ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر غریب آدمی تڑپ رہا ہے، بلک رہا ہے، سسک رہا ہے، لوڈ شیڈنگ سے جان نکلی جا رہی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کے گھر کے لئے 84 لاکھ روپے کے نئے جنریٹر آ گئے ہیں۔ خدا کے بندو کیا وہ جنریٹر repair نہیں ہو سکتے تھے، کیا ان کی مرمت نہیں ہو سکتی تھی؟ 84 لاکھ روپے یعنی تقریباً ایک کروڑ روپے کے جنریٹر وزیر اعلیٰ کے گھر کے لئے، شہنشاہ معظم کے گھر کے لئے لگا دیئے ہیں اور لوگ گرمی میں لوڈ شیڈنگ سے بلک رہے ہیں، وہ جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں، ہلاکتیں ہو رہی ہیں اور دوسری طرف صوبے کا وزیر اعلیٰ کروڑ، کروڑ روپے کے جنریٹر اپنے گھروں پر لگا رہا ہے۔

جناب سپیکر! خادم اعلیٰ نے آگے کتنے خادم رکھے ہوئے ہیں؟ 15-2014 میں 635 تھے، 16-2015 میں 655 ہو گئے اور 17-2016 میں ان کی تعداد 675 ہو گئی۔ یہ وہ 675 لوگ ہیں جو ان کی ہر وقت خدمت گزاری کے لئے کمربستہ رہتے ہیں اور بیسیوں ملازم اس سے ہٹ کر ہیں جو مختلف محکموں سے یہاں پر اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں لیکن تنخواہیں اپنے parent department سے لیتے ہیں۔ یہاں پر کئی دفعہ بات ہوئی اور وزیر اعلیٰ کی طرف سے ان کے ترجمانوں نے یہ کہا کہ وزیر اعلیٰ جب باہر جاتے ہیں تو وہ ٹکٹ اپنی جیب سے لیتے ہیں۔ دیکھئے سپلیمنٹری بجٹ کا صفحہ 32 جہاں 37 لاکھ روپے پی آئی اے کو ٹکٹوں کی مد میں دیا گیا ہے۔ آپ کہیں جی، ٹھیک ہے سرکاری خرچ پر میں باہر جاتا ہوں لیکن یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ میں اپنی جیب سے ٹکٹ کے پیسے ادا کرتا ہوں جبکہ یہ بجٹ کے اندر موجود ہے کہ انہوں نے 37 لاکھ روپے ٹکٹوں کے ضمن میں دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! گورنر ہاؤس پر ایک کروڑ 47 لاکھ اور گورنر سیکرٹریٹ پر 8 کروڑ 78 لاکھ روپے جو کل اخراجات 10 کروڑ 25 لاکھ روپے ہیں یعنی 3½ لاکھ روپے روزانہ میں رجوانہ صاحب پنجاب کے لوگوں کو پڑ رہے ہیں۔ 3½ لاکھ روپے روز میں پڑ رہے ہیں اور کام کیا ہے صرف وہاں پر بیٹھنا اور اسمبلی requisite ہونی ہے، اس پر دستخط کرنے ہیں اور notifications کے اوپر دستخط کرنا ہے۔ اس غریب عوام کے اوپر ساڑھے تین لاکھ روپے روز میں گورنر صاحب پڑ رہے ہیں جو کہ لمحہ فکریہ ہے۔

جناب سپیکر! سکیورٹی کے نام پر ایک لاکھ 20 ہزار روپے روزانہ۔۔۔

جناب سپیکر: محترم! ذرا خیال رکھیں کہ گورنر صاحب ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جی، میں خیال رکھ رہا ہوں اور یہ بجٹ کی جو کتابیں آپ نے دی ہیں جس میں ریکارڈ ہے اور یہ پنجاب کا منتخب ایوان۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس طرح یہاں نام لے کر بات کرنا مناسب نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ پنجاب کا منتخب ایوان ہے اور یہ میرا حق ہے اور مجھے اس سے کوئی روک نہیں سکتا۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میاں صاحب! آپ انہیں bound نہیں کر سکتے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ان کو expose نہ کروں کہ صوبے میں ہو کیا رہا ہے؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! آئین آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے جناب محترم گورنر صاحب کے متعلق یہ کہہ رہا ہوں کہ ایک کروڑ 20 لاکھ روپے گورنر ہاؤس کی سکیورٹی پر لگا دیا گیا ہے۔ بھئی پندرہ پندرہ فٹ اونچی تو پہلے ہی دیواریں ہیں اور ہر پچاس فٹ کے بعد اوپر سکیورٹی گارڈ گن تان کر بیٹھا ہوا ہے، وہاں پر کوئی چڑی نہیں پھڑک سکتی اور پر نہیں مار سکتی۔ اس کے بعد رجوانہ صاحب کو اتنی زیادہ اپنی فکر ہو گئی؟ یہ تو عوامی آدمی تھے لیکن کیا اس ہاؤس میں جو جاتا ہے اس کا ذہن بدل جاتا ہے اور اس کا mindset تبدیل ہو جاتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! گورنر صاحب کو زیر بحث نہ لایا جائے۔ مہربانی ہو گی آپ کو یہ زیب نہیں دیتا۔ ان کے متعلق آپ ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت زیادتی ہے اس لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ منسٹرز بلاک، دس سال کے بعد منسٹرز بلاک مکمل ہو ہی گیا، فرنیچر بھی وہاں آ گیا۔ آپ اندازہ کریں کہ ابھی وہاں کوئی منسٹر شفٹ نہیں ہوا لیکن اس کی سکیورٹی پر کتنا خرچ ہے؟ پچھلے بجٹ میں لگا، 63 لاکھ 97 ہزار روپے یعنی 64 لاکھ روپے منسٹرز کے دفاتر کی حفاظت کے لئے ہے۔ بھئی صوبے کے اندر financial ڈسپلن کو کنٹرول کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ Statutory Committee بنی ہوئی ہے، کفایت شعاری کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن یہ منسٹرز بلاک بنا ہے جہاں آپ دو سکیورٹی والے گن مین رکھ چھوڑیں۔ یہ 64/63 لاکھ روپے خالی بلڈنگ جہاں کوئی دفتر فنکشنل نہیں

ہے اور اس کے اوپر یہ تماشا بنایا ہوا ہے۔ یہ پیسے کس طرح فنانس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے approve ہوئے ہیں؟ کیا وزیر خزانہ یہ پوچھیں گی اور ہاؤس کو بتائیں گی کہ اتنے پیسے یہاں پر کیسے خرچ ہوئے؟

جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن 16-2015 میں بجٹ کے اندر provision ہے 27۔ ارب 85 کروڑ روپے اور خرچ کئے جاتے ہیں 32۔ ارب 55 کروڑ روپے۔ آپ اندازہ کریں کہ ایس اینڈ جی اے ڈی اور دوسرے ڈیپارٹمنٹس جہاں کفایت شعاری کے نام پر کمیٹیوں کے ڈھکوسلے چل رہے ہیں، 5۔ ارب روپے، پانچ لاکھ نہیں کہہ رہا بلکہ 5۔ ارب روپے جو بجٹ میں provision ہے، اس سے زائد خرچ کر لیا گیا ہے۔ یہ ہے ہمارے پنجاب کا حال جس کی ایک ہلکی سی جھلک میں نے آپ کو دکھائی کیونکہ مجھے باقی ڈیپارٹمنٹس کے اوپر بھی بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان حالات کے اندر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔ صرف ایک مثال اور دے کر میں اپنی بات کو آگے بڑھاؤں گا کہ یہاں پر ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کا پورا ایک دفتر ہے جس کا کروڑوں روپے سالانہ بجٹ ہے کیونکہ وہ گورنمنٹ کے point of view کی advocacy عدالتوں کے اندر جا کر کرتے ہیں۔ یہاں کیا ہے؟ خواجہ حارث کو بطور پرائیویٹ کونسل کروڑوں روپے ادا کر دیا گیا ہے کہ بھئی وہ منظور نظر ہے اور کون ہے خواجہ حارث؟ آپ کے ایڈووکیٹ جنرل، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل کس مرض کی دوا ہیں اور آپ نے پوری فوج بھرتی کی ہوئی ہے تو وہ کرتے کیا ہیں؟ ضمنی بجٹ 16-2015 کے صفحہ 33 تا 36 پر 75 لاکھ روپے ایک دفعہ دیا ہے، 27 لاکھ پچاس ہزار روپے دوسری دفعہ دیا ہے، 12 لاکھ 96 ہزار روپے تیسری دفعہ دیا ہے اور ضمنی بجٹ کے صفحہ 227 پر 60 لاکھ روپے پھر اُس private counsel کو engage کر کے یہ فیس دی ہے انہیں کوئی پوچھنے والا ہے کہ یہ کروڑوں روپیہ آپ نے کس طرح اپنی خیرات سمجھ کر لوگوں کے اندر بانٹ دی ہے؟ یہ سریحاً ظلم ہے، آپ کے experts وکیل اگر ایڈووکیٹ جنرل ہیں یا دوسرے ہیں۔ کبھی کبھی اس طرح کی اشتناء ہو جاتی ہے لیکن ایک ہی بندے کو آپ نے تین چار کروڑ روپیہ اپنی لیگل فیس کی مد میں ادا کر دیا ہے یہ میں نے دیگ میں سے ایک دانہ نکالا ہے اس طرح کی درجنوں مثالیں اس بجٹ کے اندر موجود ہیں یہ تماشا اب بند ہونا چاہئے، یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کے مختلف شعبوں کی طرف آتا ہوں۔ محترمہ وزیر خزانہ نے بہت بہتر انداز میں بجٹ کے اندر جو چیزیں تھیں اُس کا comparison کیا لیکن جب ہم حقیقت حال میں جاتے ہیں تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے اور رائے ایوان خود بنائے گا۔

جناب سپیکر! شعبہ زراعت کے لئے بجٹ 16-2015 میں 10-ارب روپے رکھے گئے اور خرچ کتنے کئے گئے؟ 2-ارب روپے یعنی کسان زندہ در گور ہو گئے، وہ خودکشیاں کر رہے ہیں۔ بجٹ میں 10-ارب روپے رکھے گئے خرچ 2-ارب کئے گئے 20 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے اس کی کوئی justification ہے؟ یہ میں ہاؤس پر چھوڑتا ہوں، میں معزز ممبران پر چھوڑتا ہوں کہ آپ اپنے ذہن، ضمیر اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ یہ حکومت کسانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کے لئے 44-ارب روپے رکھے گئے، 19-ارب روپے خرچ ہوئے 50 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے۔ صنعت و معدنی ترقی کے لئے 9-ارب روپیہ رکھا گیا 3-ارب روپے خرچ ہوئے 30 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے۔ لائیو سٹاک کے لئے 4-ارب 99 کروڑ روپے رکھا گیا ایک ارب 98 کروڑ روپیہ خرچ ہوئے یعنی 40 فیصد سے بھی کم۔ حکمران عورتوں کے حقوق کے بڑے چمپئین بنتے ہیں، حقوق نسواں کی باتیں ہوتی ہیں بڑا کریڈٹ لینے کی کوششیں ہوتی ہی۔ وومن ڈویلپمنٹ کے لئے 45 کروڑ روپے رکھے گئے 11 کروڑ روپے خرچ ہوئے جو شرم کی بات ہے۔ 25 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے۔ او خدا کے بندوں جو آپ نے بجٹ رکھا اُس کو تو utilize کر لو، آپ تو بڑے experts ہیں، آپ کے پاس تو بڑی ٹیم ہے، آپ کو تو حکومت کرنے کا رواں صدی کا تجربہ ہے اگر آپ کا یہ حال ہے تو اللہ حافظ ہے۔ باقی کسی کا کیا حال ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر! سوشل ویلفیئر اور بیت المال کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے رکھے گئے 12 کروڑ روپے خرچ ہوئے یعنی 10 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے۔ آپ اندازہ کریں کہ بیت المال اُن محکوم طبقوں، بیوگان، یتیم، بے سہارا، مسکین لوگوں کے لئے ہے جن کو اپنے کسی مسئلے کو پورا کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے مدد دی جاتی ہے اُس کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں اور خرچ 12 کروڑ کرتے ہیں یعنی 10 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے۔ باقی میں آگے بتاؤں گا کہ باقی فنڈز ان سارے محکموں سے نکل کر کدھر جاتے رہے ہیں۔ انرجی سیکٹر، بڑی دلچسپ بات قائد ایوان دو تین دفعہ ہاؤس میں آئے اور یہ بلبوں، انرجی، کھمبوں اور پاور جنریشن، سولر پاور، hydel اور coal power کے علاوہ انہیں کوئی بات ہی یاد نہ آئی۔ یہاں پر پونے گھنٹے کی تقریر فرما کر گئے ہیں اور ذرا کرتوت دیکھیں

انرجی سیکٹر میں 31-ارب روپیہ رکھا گیا 11-ارب روپیہ خرچ ہوا آپ اندازہ کریں لوڈشیڈنگ سے لوگ مرے جارہے ہیں، بھونے جارہے ہیں اور قائد ایوان آج سے تین سال پہلے فرماتے ہیں کہ چھ ماہ میں لوڈشیڈنگ ختم کردوں گا، اُس کے بعد کہا کہ نہیں یہ جذباتی پن تھا میں نے کچھ ٹائم تھوڑا کہہ دیا ہے اس کو ڈبل کردینا چاہئے، پھر ڈبل نہیں چار گنا کر دیا کہ دو سال میں مکمل قابو پالوں گا اور یہ ایک دفعہ نہیں کہا متعدد دفعہ کہا ہے، یہ مختلف میڈیا چینلز پر وڈیو کلپس چلتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ بجٹ میں 31-ارب روپیہ رکھا گیا اور خرچ 11-ارب روپیہ کیا گیا یعنی 30 فیصد سے بھی کم تو یہ لمحہ فکریہ ہے کہ حکومت لوڈشیڈنگ کے خاتمے کے لئے کتنی سنجیدہ ہے اور energy crisis سے اس صوبہ کے عوام کی جان چھڑانے کے لئے کتنی سنجیدہ ہے۔

جناب سپیکر! لیبر ڈیپارٹمنٹ کے لئے 60 کروڑ 6 لاکھ روپے رکھے گئے اس میں سے 17 کروڑ روپے خرچ ہوئے 25 فیصد سے بھی کم خرچ ہوئے یہ بھی سوچنے والی بات ہے۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے لئے 13-ارب روپے رکھے گئے 4-ارب روپے خرچ ہوئے یعنی 30 فیصد خرچ ہوئے اور "صاف پانی پروگرام" صاف پانی کے لئے کتنی باتیں ہوتی ہیں یہاں پر محترمہ وزیر خزانہ نے پورے دو تین صفحے ہی صاف پانی پر پڑھ دیئے ہیں کہ بس اب تو پینے کے پانی کا مسئلہ ہی حل ہوگیا ہے۔ فلٹریشن پلانٹ لگیں گے جس میں جنوبی پنجاب کے آٹھ اضلاع بھی شامل ہوں گے اور اُس میں سب لوگوں کو گھر گھر پینے کا صاف پانی پہنچے گا۔ آپ اندازہ کریں پچھلے سال 11-ارب روپے رکھے گئے تھے اُس میں سے 4-ارب 98 کروڑ روپے خرچ ہوئے اور یہ بھی 50 فیصد سے کم اور ایک بات میں بھول گیا تھا ایک کمال پچھلے بجٹ کا ہے، حکمرانوں کا ایک شاہکار ہے جس کا میں اب ذکر کرنے جارہا ہوں۔ ٹرانسپورٹ کے لئے 33-ارب روپے رکھے گئے تھے 97-ارب روپے خرچ کئے گئے ہیں یہ مضحکہ خیز صورتحال ہے، انسانوں کو جانوں کے لالے پڑے ہوئے ہیں، پینے کا صاف پانی نہیں ہے، کسان زندہ درگور ہو رہے ہیں، اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ ہے، ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں ایک کروڑ 20 لاکھ بچے سکولوں سے باہر ہیں کھٹی گڈی چلنی چاہیدی اے۔ ٹرانسپورٹ کے لئے 33-ارب روپے رکھے گئے اور خرچ 97-ارب روپے کئے گئے۔ کوئی پوچھنے والا ہے کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا ہے، کوئی ان کی اصلاح کرنے والا ہے اور کوئی ان کی ترجیحات کو بدلنے کے لئے مجبور کرنے والا ہے؟ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ یہاں پر پنجاب کے عوام کس کسمپرسی کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور انہیں ٹرانسپورٹ کا شوق اتنا چڑھا ہوا ہے کہ اس کے لئے 33-ارب روپیہ رکھا ہوا تھا باقی سارے محکموں سے فنڈز کاٹ

کر 97-ارب روپیہ خرچ کیا گیا اور آئندہ کے لئے دیکھیں 124-ارب روپیہ رکھا ہوا ہے کسان مرتے ہیں مر جائیں، جہنم میں جائیں، مزدور مر جائیں، بچے سکول نہ جائیں، لوگوں کی جان بچتی ہے بچے نہیں بچتی تو نہ بچے گڈی چلنی چاہیدی اے۔ آئندہ کے بجٹ میں ٹرانسپورٹ کے لئے 124-ارب روپیہ رکھا ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس ساری صورتحال پر کیا کہا جا سکتا ہے کہ Chief Executive of the Province اگر وہ اپنی ذات، اپنے سیکرٹریٹ، اپنی رہائش اور اپنی ناک کے نیچے ان ڈیپارٹمنٹس کے اندر financial discipline نہیں لا سکتے تو باقی صوبے کے اندر کیا ہوگا؟ باقی لوگ کیسے لے کر آئیں گے یہ total failure ہے اگر کوئی نیا آدمی ہوتا تو اُس کو کچھ الاؤنس دیا جا سکتا تھا یہ میاں محمد شہباز شریف جنہوں نے بجٹوں کی اور حکومتوں کی پی ایچ ڈی کر لی ہے اگر اُن کے financial discipline کا یہ عالم ہے کوئی لائن سیدھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں نے ایک چھوٹی جھلک جھلک آپ کو دکھائی ہے اُن کے گھر کی، اُن کے سیکرٹریٹ کی، اُن کے ملازموں کی، اُن کی سکیورٹی کی اور گورنر صاحب کی یہ ایک چھوٹی سی picture میں نے پینٹ کی ہے اگر اُن کا یہ حال ہے تو باقی سارے صوبے کا کیا حال ہوگا؟ میرا خیال ہے اس پر تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج پنجاب آگے کی طرف نہیں پیچھے کی طرف جا رہا ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ حکمرانوں کے قول و فعل میں تضاد ہے وہ جو باتیں کرتے ہیں اُس پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ ہی اُس پر دوسروں سے عمل کروا سکتے ہیں۔ جو شخص خود عمل نہیں کرتا وہ دوسروں کو کسی طور پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ ان باتوں پر عمل کریں۔

جناب سپیکر! میں نے بجٹ کے حوالے سے جو مختلف ڈیپارٹمنٹس کی ہلکی سی جھلک رکھی ہے اس پر میں دو دو، چار چار منٹ کی تفصیل میں جانا چاہوں گا۔ وزیر خزانہ صاحبہ نے اپنی بجٹ تقریر میں زراعت کے لئے، کسانوں کے لئے 100-ارب روپے کے کسان package کا اعلان کیا اور ساتھ ہی یہ کہتی ہیں "لیکن یہ دو سال کا ہے"۔ پھر کیا ضرورت ہے آپ کو کہنے کی کہ 100-ارب روپے ہے بلکہ آپ یہ کہیں کہ ہم نے 50-ارب روپے رکھے ہیں۔ یہ ان کی بجٹ تقریر ہے جس میں یہ فرماتی ہیں کہ وزیراعلیٰ نے زراعت کی بہتری اور کاشتکاروں کی خوشحالی کے لئے 100-ارب روپے کسان package کا اعلان کیا ہے۔ یہ package دو برسوں پر محیط ہے۔ جب یہ دو برسوں پر محیط ہے تو جو آئندہ مالی سال کا بجٹ ہے اس میں تو 50-ارب روپے اس کے حصے میں آئیں گے۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں اس کسان package کے لئے 50-ارب روپے مختص کئے جانے کی تجویز ہے۔ یہ جو

50-ارب روپے کا کہہ رہی ہیں کہ ہم نے کسانوں کے لئے مختص کیا ہے آگے جاکر فرماتی ہیں کہ "ہمارے کسان کی بد حالی کی ایک بڑی وجہ کھادوں کے نرخ میں غیر معمولی اضافہ ہے۔ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے کسان packageکے تحت پیداواری لاگت کم کرنے کے لئے یوریا کھاد کی قیمت میں فی بوری 400روپے اور ڈی اے پی کھاد کی قیمت میں فی بوری 300روپے کی کمی کا اعلان کیا ہے۔ حکومت پنجاب بھی اس اقدام میں اپنا حصہ ڈالے گی۔ اس مقصد کے لئے آئندہ بجٹ میں 11-ارب 60 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی جارہی ہے۔" یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے یعنی وزیراعظم packageکا اعلان کر رہا ہے کہ 400 روپے فی بوری کھاد سستی ہو جائے گی ہم اس پر سبسڈی دے رہے ہیں اور محترمہ کہہ رہی ہیں کہ "اسیں حصہ پانا اے ساڈے کولو پیسے لے لو، تہانوں کی لوڑ اے مرکزتوں خرچ کرن دی" یعنی کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ اس 50-ارب روپے میں سے تقریباً 12-ارب روپے سیدھا سیدھا اڑ گیا۔ وزیراعظم سستی کھاد کا اعلان کر رہا ہے اور پیسے ہم لوگ آگے بڑھ بڑھ کر پیش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی چیزیں انتہائی مضحکہ خیز ہیں۔ پھر آگے جاکر یہ کہتی ہیں کہ "کھاد، پانی، بیج جیسی زرعی ضروریات کی بروقت اور سستے داموں فراہمی کے لئے ساڑھے چار لاکھ سے زائد چھوٹے کاشتکاروں کو بنکوں اور مالیاتی اداروں کی وساطت سے 100-ارب روپے سے زائد مالیت کے قرضہ جات فراہم کئے جائیں گے۔ اس مد میں تمام interestحکومت پنجاب برداشت کرے گی۔ اس مقصد کے لئے 17-ارب 70 کروڑ روپے کی رقم بطور سبسڈی مختص کی جارہی ہے۔" آپ اندازہ کریں کہ 13-ارب روپے پہلے نکل گیا اور کاشتکاروں کو ہم قرضے لے کر دیں گے اور 18-ارب روپے یہ بھی نکل گیا۔ اس طرح سے 30,31-ارب روپے تو گیا اور ابھی کسان کے ہاتھوں براہ راست کوئی چیز نہیں لگی۔ ان کا interest rate 16 percentہے۔ آپ کے ساتھ انڈیا ہے ایگریکلچر مقاصد کے لئے تمام کمرشل بنکوں سے 4فیصد پر loanہے۔

جناب سپیکر! میں نے پری بجٹ سیشن میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ آپ ایک کسان کریڈٹ کارڈ جاری کریں۔ بھکاریوں کی طرح لوگوں کو ذلیل و خوار کرنے کا طریقہ چھوڑ دیں کہ چند ہزار کاشتکاروں کو قرضے دلوائیں۔ آپ ایک پالیسی بنائیں اور کسان کو ہر مالیاتی ادارے سے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو حکومت ان کو پابند کرے کہ اگر کسی کے پاس ایک ایکڑ زمین بھی ہے تو چونکہ وہ دس پندرہ لاکھ روپے ایکڑ سے کم نہیں ہے تو اس ایک ایکڑ زمین کو وہاں پر pledgeکرے، اس کی ایک limitدس، پندرہ لاکھ مقرر

کر دے اور اس کو ایک کریڈٹ کارڈ جاری کر دے۔ وہ کریڈٹ کارڈ زمیندار کی جیب میں ہو۔ وہ آڑھتیوں، بیوپاریوں، ناگہانی و آسمانی آفتوں سے بچنے کے لئے اپنے جانور نہیں بیچے گا، وہ اپنی فصل اونے پونے نہیں بیچے گا بلکہ وہ انتہائی نامساعد حالات میں اپنی جیب سے کریڈٹ کارڈ نکالے گا اور ایک honourable طریقے کے ساتھ بنک میں جائے گا۔ وہاں سے اپنی ضرورت کے مطابق پچاس ہزار، ایک لاکھ، دو لاکھ، چار لاکھ loan لے گا کیونکہ اس کی ایک limit منظور ہے۔ اس loan سے اپنی ضرورت پوری کرے گا اور جونہی اس کے پاس رقم آئے گی وہ جا کر بنک میں واپس کرا دے گا۔ یہ ایک honourable طریقہ ہے اس کو تو اختیار نہیں کیا اور بھکاریوں کی طرح اپنے منظور نظر لوگوں کو نوازنے کے لئے آپ نے 17۔ارب 60 کروڑ روپے کی سبسڈی رکھ دی ہے۔

جناب سپیکر! یہ آگے فرماتی ہیں کہ "کپاس کے موجودہ بحران کو حل کرنے کے لئے Cotton Seed Reform Project کا آغاز کیا جا رہا ہے میں اس پراجیکٹ کے لئے آئندہ مالی سال کے دوران 3۔ارب روپے مختص کرنے کا اعلان کر رہی ہوں۔ اس پراجیکٹ کا مقصد مختلف بیماریوں کے خلاف مزاحمت رکھنے والے بیج کی ٹیکنالوجی حاصل کرنا ہے۔ اس بیج سے کپاس کے دس لاکھ کاشتکاروں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ ہو گا اور کپاس کی مجموعی پیداوار ایک کروڑ گانٹھ تک چلی جائے گی۔" کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج اگر سب سے زیادہ تباہی ایگریکلچر سیکٹر کے اندر ہوئی ہے تو وہ کپاس کے کاشتکاروں کی ہوئی ہے۔ 165۔ارب روپے کا نقصان پچھلے سال کپاس کے کاشتکاروں کا ہوا ہے۔ ان کی فصل کو کیڑا لگ گیا اور پوری فصل تباہ و برباد ہو گئی۔ کسی نے ان کے آنسوں بھی نہیں پونچھے۔ پچھلے سال دس ملین گانٹھ کپاس پیدا ہوئی تھی اور اس بار 6 ملین گانٹھ کپاس پیدا ہوئی۔ اس میں 40 فیصد کا سیدھا سیدھا decline آیا ہے۔ کسان کی بہتری کو لالی پاپ دینے کے لئے جس طرح اس بجٹ میں رکھا ہے آج سے 8 سال پہلے، 7 سال پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کاٹن بورڈ کا اعلان فرمایا تھا جس کا چیئرمین چیف منسٹر خود ہے۔ اس کی دو میٹنگیں ہوئیں اور پچھلے سات سالوں میں ایک میٹنگ نہیں ہوئی۔ یہ حکمرانوں کی seriousness ہے، ان کی کوئی پالیسی نہیں ہے۔ کسان اُجڑ گئے، بِک گئے، مر گئے اور کاٹن کی فصل تباہ و برباد ہو گئی۔ انہوں نے 165۔ارب روپے کا نقصان کروالیا، ہوش انہیں اب آیا ہے۔ بیج کے بارے میں کوئی ریسرچ کا طریقہ ہے اور نہ کوئی standard بیج ہے۔ دو نمبر بیج سمگلنگ ہو کر آتے ہیں اور کسان ان بیجوں سے اپنی فصل کاشت کرنے پر مجبور ہے۔

جناب سپیکر! میں خاص طور پر کھاد کے حوالے سے بات کروں گا وزیراعظم نے جس سبسڈی کا ذکر کیا ہے اس کے بعد یوریا کھاد کی قیمت 1500,1400 روپے فی بوری ہونی چاہئے جو ابھی تک نہیں ہوئی۔ انڈیا میں یہ کھاد 450 روپے فی بوری ہے جس کو پاکستانی روپوں میں convert کر لیں تو تقریباً 750 روپے بنتے ہیں۔ یہاں پر اس کے profit کا margin سو فیصد کیوں ہے، سو فیصد مہنگی کیوں ہے؟ ڈی اے پی کھاد یہاں پر 3400 ہے جو 4500 روپے تک گئی ہے۔ جب آلو کی فصل کاشت ہو رہی تھی تو stockists مصنوعی shortage پیدا کر دیتے ہیں، وہ shortage انہوں نے پیدا کی اور لوگوں نے مجبور ہو کر 4400 روپے کی ڈی اے پی کھاد کی بوری لے کر ڈالی ہے۔ آج کل 3600 روپے کی ڈی اے پی کھاد کی بوری مل رہی ہے اور انڈیا میں یہ بوری 1700 روپے کی ہے۔ یہاں پر بھی ڈبل کا فرق ہے، سو فیصد اضافہ ہے۔ اب آپ یہ تماشا دیکھیں کہ اس کھاد کی لاگت کیا ہے؟ اگر کوئی جانیں، دیکھے تو اس کی cost 600 rupees per bag ہے۔ اب تین گنا منافع پر 200 فیصد منافع۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو 600 روپے کے حساب سے contract دلوا دیں؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! مجھے نہ دلوائیں آپ ان کسانوں کو دلوائیں۔ آپ دلچسپ بات سنیں کہ Angro fertilizer ایک company ہے جس نے آج سے دو تین سال پہلے سوئی گیس کی بندش کا بہانہ بنا کر کھاد جو 900 روپے قیمت میں فی بوری available تھی اسے 1800 روپے فی بوری تک لے گئے۔ اب پچھلے دو سال سے انہیں گیس کا کوٹا بحال کر دیا گیا ہے اور وہ بجلی کی بجائے گیس سے کھاد بنا رہے ہیں تو اب یہ قیمت 900 سے 1000 روپے فی بوری ہونی چاہئے تھی لیکن آج بھی اس کی قیمت اسی طرح سے ہے۔ یہ Angro fertilizer کو دیکھنا پڑے گا اور اس کی تہہ میں جانا پڑے گا کہ اس میں کس کس کی شراکت داری ہے اور اس پر اتنی مہربانیاں کیوں ہیں۔ اس کے باوجود اس کھاد کا 80 فیصد کنٹرول اس Angro fertilizer کے ہاتھ میں ہے جب چاہے اربوں روپے کسانوں سے لوٹ لے اس کی سالانہ آمدن ایک بلین ڈالر ہے۔

جناب سپیکر! آپ ان کی پچھلے دو سال کی statement نکلوا کر دیکھیں کہ ان کو ایک ارب ڈالر کا منافع ہوا ہے۔ یہ حکمرانوں کا کام ہے کہ اس کی تہہ تک پہنچیں تاکہ کسان بے چارہ جو پس رہا ہے اس کی تھوڑی بہت شنوائی ہو سکے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو پچھلے 70 سال سے ہمارا ایگریکلچر صوبہ ہے، یہ food basket تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ لاہور صوبہ کا Provincial Head Quarter ہے آپ

بادامی باغ چلے جائیں، پنجاب کے لوگوں کو کوئی سبزی ٹماٹر، ادرک، پیاز، لیمن اور لہسن مقامی نہیں مل رہی۔

جناب سپیکر! میں حلفاً روزے سے یہ کہہ رہا ہوں کہ میں چند دن پہلے بادامی باغ گیا اور مجھے پوری منڈی میں گھومنے سے local product کوئی نہیں ملی، ہاں لوگوں نے کہا کہ انڈیا کی products ہیں تو میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ خدارا یہ صوبہ جو کبھی پوری دنیا کو اناج سپلائی کرتا تھا، یہ صوبہ جو کبھی food basket تھا آج یہ دن بھی اس پر آنا تھا کہ یہاں ٹماٹر بھی باہر سے آرہے ہیں، ادرک بھی باہر سے آرہی ہے، پیاز بھی باہر سے آرہا ہے اور لیموں بھی انڈیا کا آرہا ہے تو آپ سوچیں کہ ہمارے کاشتکار کا کیا حال ہو گا، حکومت زرعی پالیسی کب اس طرح کی بنائے گی کہ جس سے اس صوبے کے کسانوں کو سہارا ملے؟ یہاں سرحد سے اس پار دس کلو میٹر باہر چلے جائیں تو 60 سے 65 من فی ایکڑ پیداوار ہے اور اگر آپ دس کلو میٹر ادھر لاہور یا پورے پنجاب میں آ جائیں تو 30 سے 35 من فی ایکڑ پیداوار ہے۔ اس کا کون ذمہ دار ہے، کیا حکمران ذمہ دار نہیں ہیں، کیا وہ ہندو ہم سے زیادہ محنتی ہیں اور کیا وہ ہم سے زیادہ کاریگر ہیں؟ نہیں، ان کی حکومتوں نے کسان کے لئے ایگریکلچر پر کام کیا ہے۔ انہوں نے زبانی جمع خرچ نہیں کیا، ریسرچ کی ہے، ادارے بنائے ہیں، نئے نئے بیج نکالے ہیں اور ان experiment کے بعد ان کا کسان آج ہم سے 100 فیصد زیادہ بہتر ہے۔ اخراجات وہی ہیں، کھاد بھی وہی پڑتی ہے، پانی بھی اسی طرح لگتا ہے اور محنت بھی اتنی ہے لیکن وہ 65 من فی ایکڑ پیداوار لے رہے ہیں اور ہم ادھر 30 سے 32 من فی ایکڑ پیداوار لے رہے ہیں۔ یہ حکومت اور ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کا total failure ہے اس میں کوئی ریسرچ نہیں ہوئی کہ فی ایکڑ پیداوار کس طرح سے بڑھائیں۔ بیج کے لئے کوئی ادارہ نہیں ہے، ایک سیڈ کارپوریشن ہے سالہا سال سے وہ کچھ زمینداروں کو سیڈ فراہم کر دیتی ہے اور ان کی فصل اٹھا لیتی ہے۔ بس "اللہ اللہ خیر صلا" کوئی اس طرح کا mechanism موجود نہیں ہے کہ جس میں آپ اس پر ریسرچ کریں کہ فی ایکڑ پیداوار کو کس طرح سے بڑھایا جا سکتا ہے۔ یہ حالیہ دنوں میں باردانہ پر جو تماشا ہوا ہے اور اسمبلی میں بھی اس پر بات ہوئی۔ اب تک اس کی بازگشت دیہاتوں میں بلند ہو رہی ہے لوگ رو پیٹ رہے ہیں، لوگوں کو اپنے سال کے اخراجات کے لئے بھی گندم سے وہ پیسے نہیں ملے اور ایک کاشتکار جو سارا سال محنت کرتا ہے بلکہ اس کی پوری فیملی محنت کرتی ہے اس کے بچے بھی محنت کرتے ہیں اور گھر کی خواتین بھی کام کرتی ہیں۔ گوڈی کرنے، پانی لگانے میں اور کھاد دینے میں پورا کنبہ ان چند ایکڑوں پر کام

کرتا ہے لیکن وہ چند ایکڑوں کی کمائی سے اپنی دو وقت کی روٹی کا رشتہ برقرار نہیں رکھ سکتے اور اس کسمپرسی کے بارے شاید شاعر مشرق نے کہا تھا کہ:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ support price کے حوالے سے ڈرامہ بھی حکومت کو بند کر دینا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، please wind up کریں، آپ مہربانی کرکے دوسروں کا بھی خیال کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! ابھی تو صرف زراعت پر بات کی ہے میرے اٹھارہ محکمے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں! پھر آپ to the point بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! میں to the point بات کر رہا ہوں، میں بجٹ کا پوسٹ مارٹم کر رہا ہوں، اس صوبے کے اندر جو تباہ حالیاں جاری ہیں، جو تباہ کاریاں ہو رہی ہیں، جو فنانشل ڈاکے پڑ رہے ہیں ان کو مجھے بے نقاب کرنے دیں، یہ سال میں ایک دفعہ موقع ملتا ہے۔ اگر میں کوئی غلط بات کروں گا تو مجھے ٹوک دیجئے گا۔ میں facts and figures کے ساتھ بات کر رہا ہوں، میں کوئی اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں ملا رہا۔

جناب سپیکر: جی، دوسروں کا بھی خیال کریں ان کا بھی حق ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ مجھے اس پر بات کرنے دیں یہ پنجاب کے دس کروڑ عوام کے حقوق اور ان کے مسائل کی بات ہے۔ میں ایک بات یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے ایک سال سے حکمرانوں کو کسانوں اور زراعت کا دورہ پڑ گیا ہے، ہر تقریر میں ذکر ہے، وزیراعظم بھی package کا اعلان کر رہا ہے، وزیراعلیٰ بھی package کا اعلان کر رہا ہے اور وزراء بھی بھاگے ہوئے ہیں، بجٹ کے اندر دو تین صفحے بھی کالے کر دیئے ہیں کہ کسان کسان کسان، بھائی! کسان کے ساتھ آپ کیا کر رہے ہیں؟ 17 فیصد جی ایس ٹی زرعی آلات، کھادوں، بیجوں اور پیسٹی سائیڈ پر دنیا میں کسی جگہ نہیں ہے۔ اب وزیراعلیٰ نے کچھ فیصد کمی کا اعلان کیا ہے، اب اللہ کرے کہ اس پر عمل ہو جائے۔ آپ نے یہاں پر سرنج پکڑی ہوئی ہے اور کسان کے خون کا آخری قطرہ بھی

نکالنے کے لئے تیار ہیں۔ بیوپاری انہیں چمٹا ہوا ہے، آرھتی انہیں چمٹا ہوا ہے، ٹیکس انہیں نہیں چھوڑتے، جی ایس ٹی اور بجلی کے بل نے ان کی رات کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔ آپ ایک کام کریں کہ پورے سسٹم کو subsidies کریں، آپ دیکھیں کہ پوری دنیا کے اندر یورپ میں سبسڈی 37 فیصد ہے، امریکہ میں 26 فیصد سبسڈی ہے، چین میں 34 فیصد سبسڈی ہے اور ہمارے پڑوسی ملک میں 23 فیصد سبسڈی ہے۔ آپ سبسڈی کے اس نظام کو بحال کریں، اگر آپ زمیندار کے ساتھ مخلص ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ زمیندار بھی عزت و آبرو کے ساتھ گزارہ کر سکے تو آپ کو یہ ہر صورت میں subsidies system کو بحال کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! اب میں اس طرف آتا ہوں کہ ہمارے کسان کے ساتھ زیادتی کیا ہو رہی ہے؟ اگر آپ کسان کی بہتری چاہتے ہیں، ایک فلیٹ ریٹ ہوتا تھا اور زمیندار کو سہولت تھی کہ دس ہزار روپے فلیٹ ریٹ پر جتنا بھی پانی استعمال کرنا ہے آپ کر لیں۔ وہ facility اور subsidy حکومت نے ختم کر دی ہے۔ اب ادھر 8 روپے 85 پیسے فی یونٹ زمیندار کو بجلی ملتی ہے، اب وزیر اعظم کہتے ہیں کہ ہم اس میں 2 سے 3 روپے فی یونٹ قیمت کم کر دیں گے۔ جب ہو گا تو پتا چلے گا کہ کم ہوتا ہے یا نہیں؟ انڈیا میں ایک فیصد فی یونٹ بجلی کی cost ہے بلکہ almost وہاں پر بجلی فری ہے اور یہاں پر ہم کسان کو دونوں ہاتھوں سے رگڑا دے رہے ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ کسان کو ریلیف دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر دو سے تین تجاویز محترمہ وزیر خزانہ کو دینا چاہوں گا کہ اگر آپ زمیندار کے ساتھ مخلص ہیں تو زرعی inputs پر تمام قسم کے ٹیکس ختم کر دیں اور آپ زراعت میں سبسڈی کا نظام بحال کریں، آپ فصلوں کی انشورنس کی پالیسی اپنائیں۔ کسان کریڈیٹ کارڈ کا میں نے آپ سے ذکر کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ تمام اضلاع میں کسان میلوں کا اہتمام کریں، اضلاع میں اگر ممکن نہیں ہے تو آپ ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر اس کا اہتمام کریں۔ وہ کسان جو اپنے کھیت کے اندر صبح شام محنت کرتا ہے، جو سب سے زیادہ پیداوار لے کر آتا ہے اس کو انعام دیں۔ آپ کسان میلوں کا اہتمام سرکاری سرپرستی میں کریں، ضلعی سطح پر وزیر خوراک جائیں، ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر وزیر اعلیٰ خود جائیں، پورے ڈویژن میں جس کاشتکار کی کوئی achievement ہے، جس کی سب سے زیادہ فی ایکڑ پیداوار ہے، جس نے سب سے اچھے دودھ دینے والے جانور پالے ہیں، جس نے کوئی نئی اختراع کی ہے ان کسان میلوں میں کسانوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ حکومتی سطح پر ماڈرن زرعی آلات متعارف کروائے جائیں کیونکہ ہمارے کسان سینکڑوں سالوں کے روائتی طریقوں پر ابھی تک لگے ہوئے ہیں۔ اس

وقت چھوٹے چھوٹے زرعی آلات پوری دنیا میں introduce ہو چکے ہیں جس سے کسان کی آمدن میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔ 2015-16 کے بجٹ میں پنجاب حکومت نے "بڑھو پنجاب، پڑھو پنجاب" کا نعرہ لگا کر عوام کو بتایا کہ تعلیم کے لئے 310۔ارب روپے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ اب سال 2016-17 میں وزیر خزانہ نے پھر اسی نعرہ کا سہارا لیتے ہوئے، اس سال تعلیم پر جو رقم مختص کی ہے، اس میں وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کرتے ہوئے بڑے فخر سے یہ بتایا کہ سکولوں کے ترقیاتی بجٹ میں 71 فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ بتانا گوارا نہیں کیا کہ اس معزز ایوان کو یہ بھی بتائیں کہ سکول ایجوکیشن کے لئے مختص 19۔ارب 73 کروڑ روپے میں سے صرف 59 فیصد فنڈز استعمال ہو سکے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن کے لئے 11۔ارب 25 کروڑ روپے مختص تھے یہاں بھی 61 فیصد فنڈز کا استعمال ہوا۔ سپیشل ایجوکیشن کے لئے 84 کروڑ 90 لاکھ روپے رکھے گئے تھے ان میں سے صرف 29 فیصد فنڈز استعمال ہوئے۔ لٹریسی کے لئے ایک ارب 86 کروڑ 90 لاکھ روپے مختص تھے اس میں سے صرف 51 فیصد فنڈز استعمال ہو سکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے سال خستہ سکولوں کی عمارتوں کی تعمیر نو کے لئے، renovations کے لئے 8۔ارب 52 کروڑ روپے رکھے گئے تھے، اس سال بجٹ کی دستاویز میں سے اس سکیم کا نام ونشان مٹا کر ایک نئی سکیم کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! تازہ ترین سروے کے مطابق پنجاب میں ایک کروڑ 14 لاکھ بچے جو کہ school going age کے ہیں وہ اس وقت بھی سکولوں سے باہر ہیں۔ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ یہ ہمارا آئینی تقاضا ہے، آئین کے آرٹیکل (A)25 کے مطابق ریاست کی ذمہ داری ہے کہ پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے ہر بچے کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کی جائے گی۔ کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ایک کروڑ 15 لاکھ بچے اب تک سکولوں سے باہر کیوں ہیں؟ اتنے بلند و بانگ دعوؤں کے باوجود اس پرائمری ایجوکیشن کے پھیلاؤ کے لئے اور ان بچوں کو سکولوں میں لانے کے لئے حکومت نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔ پنجاب کے سات ہزار سکولوں کی عمارتوں کو خطرناک جبکہ 900 عمارتوں کو انتہائی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ پچھلے بجٹ میں سکولوں کے از سر نو تعمیر کے لئے 8۔ارب 51 کروڑ روپے مختص تھے اور ابتدائی طور پر 4۔ارب 25 کروڑ روپے جاری کئے گئے ہیں۔ جن سکولوں میں بنیادی سہولتیں، چار دیواری، فرنیچر پانی اور لیٹرینوں کے لئے جاری کئے گئے لیکن دسمبر 2015 تک چھ تا سات فیصد رقم خرچ کی جا سکی تھی۔ پنجاب کے سرکاری سکولوں کی تعداد اس وقت 57 ہزار 998 ہے، گھوسٹ سکولوں کی تعداد 15 ہزار

ہے، مکمل عمارات والے سکولوں کی تعداد 11ہزار 123 ہے، چار دیواری کے بغیر سکولوں کی تعداد 8ہزار 7 ہے۔ پینے کے پانی سے محروم سکولوں کی تعداد 6ہزار 220 ہے، ایک کمرے پر مشتمل سکولوں کی تعداد 4ہزار ہے۔ آج سے چند دن پہلے سارا دن میڈیا کے اندر جاتی امرا سے ملحقہ سلطانکے ایک گاؤں ہے، وہاں پر لڑکوں کا جو ہائی سکول ہے اس کو سارا دن ٹی وی کے مختلف چینلز پر دکھایا جاتا رہا ہے کہ کس طرح سے بچے دھوپ میں، درختوں کے نیچے چار دیواری کے بغیر بیٹھے ہوئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اگر لاہور شہر میں اس طرح سے ہو رہا ہے تو باقی شہروں میں کیا حال ہوگا۔ یہ تو ایک واقعہ ہے جو اس وقت مختلف چینلز نے دکھایا کہ بچے دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ علاقہ وزیر اعظم کی رہائش سے ایک کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگر لاہور شہر میں یہ حالات ہیں تو باقی شہروں کے متعلق آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی کیا صورتحال ہوگی؟ جنوبی پنجاب کے بعض اضلاع جیسے بہاولنگر، بہاولپور راجن پور اور لیہ میں سینکڑوں سکول ایسے بھی ہیں جہاں پر وڈیرے اور زمیندار قابض ہیں، سکولوں کی عمارتوں میں گھوڑے اور مویشی بندھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان حالات کے اندر حکومت پانچ ہزار سکولوں کو privatize کر رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ اساتذہ مسلسل سڑکوں پر آکر اپنے مطالبات کے لئے احتجاج کر رہے ہیں اور دھمکی دے رہے ہیں، دھرنا دے رہے ہیں، حکومت کو اس روش، فیصلے سے باز رکھنے کے لئے احتجاج کر رہے ہیں کہ ان پانچ ہزار سکولوں کو privatize نہ کیا جائے۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ ریاست کی جو بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے وہ کسی بھی شہری کے لئے تعلیم، صحت، اس کے جان و مال کا تحفظ اس کی اوّلین اور بنیادی ذمہ داری ہے لیکن حکومت کا، حکمرانوں کا mindset کیا ہے؟ پچھلے اٹھارہ سال سے انہوں نے اپنے آپ کو ان چیزوں سے بری الذمہ قرار دے دیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر کے رحم و کرم پر سب کچھ چھوڑ دیا گیا ہے۔ آج گلی گلی، گھر گھر چھوٹے چھوٹے نئے سکول کھلے ہوئے ہیں، ہر گلی کے corner پر آپ کو کوئی نہ کوئی بورڈ لگا ہوا نظر آئے گا کہ یہ پرائیویٹ سکول ہے۔ وہ سکول جو آج سے بیس تیس سال پہلے، جن سکولوں میں خود ہم نے تعلیم حاصل کی ہے، جو اپنے زمانے کے اچھے سکول سمجھے جاتے تھے ان میں جونیئر ماڈل سکول تھے۔ اسی طرح پبلک کے دوسرے گورنمنٹ سکول تھے جن میں سارے لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن آج ان کی حالت انتہائی دگرگوں ہے۔ وہاں پر سٹاف نہیں ہے اور ان پر حکومت کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ حکومت کی ساری توجہ یہ ہے کہ اس بلا سے کسی طرح ہم جان چھڑالیں اور سب کچھ پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ پرائیویٹ سکولوں

کی جو فیسیں ہیں، اب اس کی regularity کے لئے ایک بل ہم نے پیش کیا ہے جو پاس بھی ہو گیا ہے، اس سے شاید کوئی بہتری آ جائے لیکن شتر بے مہار کی طرح اور mushroom کی طرح یہ پرائیویٹ سکولوں کا نیٹ ورک پالا ہوا ہے۔ خدارا میں یہ کہتا ہوں کہ آپ پرائیویٹ سکولوں کی جو حالت زار ہے اس کی طرف توجہ دیں اور اس انتہائی اہم شعبہ کو آپ نظر انداز نہ کریں، اس کو پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے نہ کریں بلکہ آئین کے آرٹیکل (25(A کے تحت بچوں کو سکول لے جانا ریاست کی جو آئینی ذمہ داری ہے اس کے پیش نظر آپ اس پر بھرپور توجہ دیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے بجٹ کا بھرپور استعمال ہونا چاہئے جو کہ بہت ضروری ہے۔ پرائمری سکولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، یہ جو ایک کروڑ پندرہ لاکھ بچے ہیں، اسی صورت میں سکولوں میں جائیں گے جب آپ ان سرکاری سکولوں کی طرف توجہ دیں گے اور سرکاری سکولوں کی حالت کو بہتر کریں گے۔ پرائمری تعلیم کو priority basis پر توجہ دیں، پانچ جماعتیں اگر کسی غریب کا بچہ پڑھ لے گا، جو اردو لکھنے پڑھنے کے قابل ہو جائے تو وہ اپنے روزگار کے قابل ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں صحت کے حوالے سے بات کروں گا حکومت نے 16-2015 کے بجٹ میں صحت عامہ کے فروغ اور بہترین علاج معالجہ کے جدید سہولیات کا اعلان کیا۔ اس شعبہ کے لئے 166۔ارب 13 کروڑ روپے مختص کئے۔ اس شعبہ میں فنڈز کے استعمال کی شرح 38 فیصد رہی۔ انشورنس کارڈ کی مد میں مختص ایک ارب 49 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے لیکن ابھی تک یہ سکیم پنجاب میں شروع نہیں ہو سکی۔ اس کے علاوہ اقلیتوں کی میڈیکل سہولیات کے لئے 19 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جو استعمال نہیں کئے جا سکے۔ اس سے آگے مرکزی حکومت کی طرف سے مختلف بیماریوں کو کنٹرول کرنے کے لئے فیڈرل گرانٹ کے لئے ایک ارب 62 کروڑ روپے دیئے گئے۔ ان میں سے صرف 93 کروڑ روپے استعمال ہو سکے۔

جناب سپیکر! ماں اور بچے کی صحت کے پروگرام پر تقریباً ایک ارب روپے سے زائد رقم دی گئی جس میں سے 63 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ National Blind Control Programme کے 12 کروڑ روپے میں سے 6 کروڑ روپے خرچ ہو سکے۔ اسی طرح ٹی بی کنٹرول پروگرام کے لئے 96 لاکھ روپے میں سے صرف 10 لاکھ روپے استعمال کئے جا سکے۔ مجموعی طور پر محکمہ صحت کے 2۔ارب روپے سے زائد کے فنڈز واپس کر دیئے گئے۔

جناب سپیکر! ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ 2- ارب روپیہ جو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا تھا جس سے صحت کے شعبے میں بہتری آنا تھی آپ نے اسے واپس کر دیا اور اس وقت اس شعبے کی جو حالت ہے اس پر کانوں کو ہاتھ لگانے کو دل کرتا ہے۔ آج سے دو ماہ پہلے میں نے اپنے چند معزز ممبران اسمبلی کے ساتھ لاہور اور اس کے گرد و نواح کے ہسپتالوں میں visit کیا، آپ اندازہ کریں کہ میو ہسپتال جو ایشیا کا سب سے بڑا ہسپتال ہے جو پاکستان اور لاہور کا تو ہے ہی ہے ہم وہاں پر اچانک visit کرنے کے لئے گئے تو انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہاں پر ایم آر آئی مشین نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایشیا کے سب سے بڑے ہسپتال میں ایم آر آئی مشین نہیں ہے وہاں پر ایک سو مریضوں کی قطار لگی ہوئی تھی ہم نے ان سے انٹرویو کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ آج ہمیں پرچی دے دیں گے کہ جنرل ہسپتال، جناح ہسپتال یا کسی پرائیویٹ ہسپتال سے ایم آر آئی کروا کر لے آئیں اور اس کی رپورٹ کے بعد آپ کا علاج شروع ہو گا۔ تین دن سے لاہور اور لاہور سے باہر کے علاقوں سے بھی بے چارے لوگ آئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہم ایمرجنسی میں گئے وہاں 150 لوگوں کی گنجائش ہے لیکن وہاں دو سے اڑھائی ہزار لوگ روزانہ میو ہسپتال کی ایمرجنسی کے اندر آتے ہیں۔ ان آنکھوں نے دیکھا کہ ایک بیڈ پر تین تین لوگ پڑے تھے، کسی کا سر پھٹا ہوا ہے، کسی کی stitching ہو رہی ہے کسی کو انجکشن لگا ہوا ہے اور کسی کو گلوکوز کی بوتلیں لگی ہوئی ہیں اور ایک ایک بیڈ پر تین تین لوگ پڑے ہیں اور جب بیڈ ختم ہو گئے تو مریض نیچے زمین پر چادریں بچھا کر لیٹے ہوئے تھے اور وہیں انہیں treatment دیا جا رہا تھا۔ یہ ہمارے Capital لاہور کے میو ہسپتال کا حال ہے۔ شاید اس سال سرجیکل ٹاور کے لئے کچھ پیسے رکھے ہیں وہ عمارت دس سال سے ان کا منہ چڑا رہی ہے چار سو بیڈ کے اس ٹاور کو deliberately فنڈز نہیں دیئے جا رہے کہ یہ چودھری پرویز الٰہی کے دور میں بنا تھا۔ بھائی یہ کیا بات ہے اور یہ کیا mind-set؟ وزیر آباد کارڈیالوجی ہسپتال پورے ڈویژن کو feed کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر! Ultimately یہ ہوتا ہے کہ جب آپ نے وہاں پر وہ ہسپتال چالو نہیں کیا تو اس پوری ڈویژن کے پانچوں اضلاع کے سارے مریض بھاگ کر پی آئی سی لاہور آ جاتے ہیں۔ میں آپ کو دعوت دوں گا اور کسی دن اچانک وزیر خزانہ بھی میرے ساتھ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی چلیں اور دیکھیں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ میں یہ ایمرجنسی بلاک کی بات کر رہا ہوں کہ کرسیوں پر، ویل چیئرز پر لوگوں کو drips لگی ہوئی ہیں، لوگ نیچے پرنے بچھا کر لیٹے ہوئے ہیں اور وہیں انہیں first aid دی جا رہی ہے ایک ایک بیڈ پر تین تین، چار چار لوگ لیٹے ہوئے ہیں وہاں سانس لینا دشوار ہو رہا ہے، وہاں

کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے۔وہاں پر جو مریض اپنا ٹیسٹ کرواتا ہے پہلے ہفتوں لگ جاتے ہیں لیکن اس کی باری نہیں آتی جب باری آ جائے اور اگر کسی کا surgical treatment ہے تو اسے سالوں کی تاریخ دے دی جاتی ہے۔آپ اندازہ کریں کہ جس مریض نے فوری operate ہونا ہے وہ غریب آدمی ہے چونکہ دل کا مہنگا علاج ہے وہ stent نہیں ڈلوا سکتا اور وہ بائی پاس نہیں کروا سکتا چونکہ اس کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ وہ نازک حالت میں جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے چھ ماہ اور ایک سال کی date دے دی جاتی ہے، کوئی آدمی مرتا ہے تو مر جائے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں لاہور کی بات کر رہا ہوں باہر پر بھی دو منٹ بات کروں گا۔یہاں موہلنوال میں ڈینٹل ہسپتال کی اربوں روپے کی لاگت سے نہر کے کنارے پر بلڈنگ کھڑی ہے لیکن وہاں سٹاف نہیں دیا اور وہ ہسپتال functional نہیں ہے وہاں کوئی کام نہیں ہو رہا۔کہاں ہے وزیر صحت؟ اتنا اہم محکمہ وزیر صحت کے بغیر چل رہا ہے۔وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ یہ اپنے اختیارات کو decentralize کریں۔ یہ اتنا اہم شعبہ ہے، صحت سے اوپر کوئی چیز نہیں ہے تعلیم بھی بعد میں آتی ہے اور باقی سب چیزیں بھی بعد میں آتی ہیں جب تک انسانی صحت بحال نہیں ہوتی تو کچھ بھی نہیں۔ وزیر قانون بیٹھے ہیں میں آپ کے توسط سے ان سے اور وزیر خزانہ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ ہاتھ باندھ کر وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کو کہیں کہ آپ ہیلتھ کا کوئی independent منسٹر مقرر کر دیں اور وہ focus کریں چونکہ سارے مسائل کے لئے وزیراعلیٰ کے پاس وقت نہیں ہے۔ایک آدمی چوبیس گھنٹوں میں سے بیس گھنٹے کام کر سکتا ہے بائیس گھنٹے کام کر سکتا ہے لیکن ایک آدمی چوبیس گھنٹوں میں سے اڑتالیس گھنٹے کام نہیں کر سکتا۔ان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ انتہائی اہم بنیادی نوعیت کے محکموں کو بھی اپنے ہاتھ میں رکھیں؟ Why، ٹیم کے کسی فرد پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! لوگ مر رہے ہیں، لوگ تڑپ رہے ہیں، لوگوں کے پاس کوئی سہولت نہیں ہے اور لوگ آہ و بکا کر رہے ہیں۔ یہ صرف لاہور شہر کی بات نہیں ہے آپ کسی ضلع کے اندر چلے جائیں، کسی ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں چلے جائیں، کسی تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں چلے جائیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہ بچڑ خانے ہیں وہ ہسپتال نہیں ہیں۔ باہر سے stitching کے لئے بھی لوگوں کو ایمبولینس میں ڈال کر لاہور لے کر آنا پڑتا ہے۔ پچھلے دنوں لیہ کے اندر جو سانحہ ہوا جس میں زہریلی

مٹھائی کھانے سے 35/30 لوگ مارے گئے۔ یہ کیوں ہوا؟ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بنا ہوا ہے لیکن وہاں پر کوئی سہولت نہیں ہے، وہ diagnose نہیں کر سکے۔

جناب سپیکر! میں خود لیّہ کے اس گاؤں میں گیا ہوں اور ان متاثرہ خاندانوں سے مل کر جو دلخراش باتیں اور حقائق معلوم ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب کو بھی اب جاگ جانا چاہئے۔ آپ یہاں لاہور میں بیٹھے ہیں اور میں نے لاہور کے ہسپتالوں کا ایک سرسری سا خاکہ آپ کے سامنے رکھا ہے باہر تو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔ وہ تیس آدمی پھڑک پھڑک کر مر گئے ہیں ایک فیملی کے تیرہ لوگ مرے ہیں، ایک گھر کا معذور سربراہ اور اس کے آٹھ جوان بچے، ان کے گھر کی تین خواتین اور باقی بچوں نے چار دن تک تڑپ تڑپ کر جان دی ہے وہاں کوئی نہیں پہنچا۔ وزیراعلیٰ پہنچا ہے، وزیر صحت تو کوئی تھا ہی نہیں، کسی ڈی سی او کو سمجھ آئی ہے اور نہ کسی کمشنر کی غیرت جاگی کہ یہ جو غریب تڑپ رہے ہیں، سسک رہے ہیں فوری طور پر ان کی جان بچانے کی کوشش کی جائے۔ لوگ وہاں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں گئے ہیں تو انہوں کہا کہ ایہہ تے نشتر دا کیس اے۔ وہاں سے نشتر ہسپتال میں مریض لے جانے کے لئے ایمبولینس پانچ ہزار روپے لے رہی ہے۔ ایک غریب کاشتکار جس کے درجن بھر لوگ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں تڑپ رہے ہیں وہ پانچ پانچ ہزار روپے دے کر دو پھیروں میں ان کو نشتر ہسپتال میں لے کر گیا لیکن وہاں پر انہوں نے زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ انہوں نے ابتدائی treatment دے کر کہا کہ ٹھیک اے تسیں انہاں نوں لے جاؤ تو وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ جب تھوڑا شور مچا اور کچھ لوگ مارے گئے پھر نشتر ہسپتال سے پیغام آیا کہ آپ مریضوں کو بھیج دیں۔ وہاں چار پانچ دنوں کے اندر درجنوں لوگ ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے اور medical facilities نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مرے ہیں۔ ان کا خون کس پر ہے؟ حکمرانوں پر ہے، اس کا جواب دینا پڑے گا، آپ امین ہیں، لوگوں نے اپنے جان ومال کے تحفظ کے لئے آپ کو ووٹ دیئے ہیں۔ آپ اپنا حق حکمرانی تو استعمال کر رہے ہیں لیکن ان کی دادرسی کون کرے گا اور ان تیس لوگوں کا خون کس کے ہاتھ پر ہے؟

جناب سپیکر! پورے پنجاب کے انتہائی خوفناک حالات ہیں، میں وزیراعلیٰ اور وزیر خزانہ سے بھی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ایک ایک مثالی ہسپتال بنا دیں تو آپ کی دنیا بھی بہتر ہو جائے گی اور آپ کی آخرت بھی بہتر ہو جائے گی۔ آپ نے پنجاب کے دس کروڑ عوام کو بچڑوں اور قصابوں کے رحم وکرم پر چھوڑا ہوا ہے۔ یہ نظام زیادہ دیر نہیں چل سکتا اس کا ایک

saturation point آگیا ہے لوگ اپنے آپ کو پیٹ رہے ہیں۔چھوٹی سی بیماری کے لئے بھی لوگ بچوں اور بوڑھے مریضوں کو لاہور کی طرف لانے کے لئے rush کرتے ہیں اور یہاں لاہور کے ہسپتالوں کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ " کھٹی گڈی" کی تکمیل میں ایک سال کی تاخیر کر لیں۔" کھٹی گڈی" دو سال کی بجائے تین سال میں بن جائے گی اور اس کے لئے مختص شدہ فنڈز میں سے 50-ارب روپے نکال لیں۔اس 50-ارب روپے میں سے 2،2-ارب روپے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پر لگائیں تاکہ لوگوں کو علاج کی سہولتیں ان کے علاقوں میں ہی میسر آ سکیں۔آپ یہ " کھٹی گڈی" ایک سال بعد چلا لینا۔ہزاروں لوگ میڈیکل کی سہولتیں میسر نہ ہونے کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں لہٰذا ان کا خیال کریں اور اپنی ترجیحات کو بدلیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کی یہ سب تجاویز اچھی ہیں لیکن ذرا مہربانی کر کے عوام کا بھی خیال رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! عوام کی بھلائی کے لئے ہی تو میں یہ ساری باتیں کر رہا ہوں۔حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے میرے بھائی ان باتوں کو بڑے غور سے سُن رہے ہیں اور appreciate بھی کر رہے ہیں لیکن ان کی مجبوری ہے کہ وہ تالیاں اور ڈیسک نہیں بجا سکتے۔میں یہ باتیں دل سے کر رہا ہوں اور جو حقائق ہیں وہی عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! WHO کہتا ہے کہ ایک ہزار افراد کے لئے ایک ڈاکٹر ہونا چاہئے۔اسی طرح دو سو افراد کے لئے ایک Dentist اور پانچ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک نرس مہیا ہونی چاہئے۔صوبہ پنجاب کے اندر اس وقت کیا صورتحال ہے؟ پنجاب کے اندر اس وقت یہ صورتحال ہے کہ 2173 افراد کے لئے ایک ڈاکٹر میسر ہے یعنی اس وقت ڈاکٹروں کی تعداد double ہونی چاہئے۔یہاں ہمارے صوبہ میں 400 افراد کے لئے بھی ایک Dentist میسر نہیں ہے تو حکومت کے policy makers کہاں ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ میڈیکل کالجوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اگر میں وہ بیان کرنا شروع کر دوں تو بہت وقت لگے گا۔میڈیکل کالجوں کے حوالے سے بہت ہی خوفناک قسم کا data ہے۔میڈیکل کالجوں میں 70 فیصد تک لڑکیاں داخل ہو رہی ہیں اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو چند سال کے بعد آپ کو کوئی مرد ڈاکٹر نہیں ملے گا۔ہماری بہنیں جو اس وقت میڈیکل کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں ان میں سے آدھی اپنی ڈیوٹی پر نہیں آئیں گی۔کیا حکمران سوئے ہوئے ہیں اور جب مشکل سر پر آن پڑے گی تو پھر یہ

سوچیں گے کہ اب کیا کریں؟ بھئی! اس کو چیک کریں اور میڈیکل کالجوں میں اس تعداد کو balance کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ 70 فیصد بچیاں اپنے talent کی بنیاد پر داخل ہوتی ہیں لیکن کیا یہ بچیاں THQs میں جاکر ڈیوٹی کر سکتی ہیں، کیا لاہور، فیصل آباد اور گوجرانوالہ کے شہروں میں رہنے والی بچیاں کسی تحصیل ہیڈکوارٹر کے اندر جاکر نوکری کر سکتی ہیں؟ ان علاقوں میں تو آپ کے مرد ڈاکٹر نہیں جاتے۔ وہاں تو ہفتے میں ایک دن مقرر ہے اور وہ وہاں پر ایک دو گھنٹے کے لئے ہو کر آجاتے ہیں۔ انہیں کون پوچھنے والا ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ پانچ سالوں کے بعد آپ کے مرد ڈاکٹر بہت کم ہو جائیں گے دوسرا ہمارے ملک اور صوبے کا brain drain ہو رہا ہے۔ قابل ڈاکٹر حضرات اور کنگ ایڈورڈ یا دوسرے اچھے سرکاری میڈیکل کالجوں میں سے تعلیم حاصل کرنے والے ڈاکٹرز تیزی سے باہر جا رہے ہیں۔ وہ Step-1 and Step-II کرنے کے بعد امریکہ یا UK کی residency حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر FRCS کرنے چلے جاتے ہیں اور پھر وہیں settle ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں پر ان ڈاکٹروں کو بڑی charming salary ملتی ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت انتہائی alarming صورتحال ہے۔ میں تجویز کروں گا کہ حکومت میڈیکل کالجوں کے داخلوں میں male and female کا توازن برقرار رکھے۔ جب 70 یا 80 فیصد بچیاں ڈاکٹر بنیں گی اور ان میں سے جب کچھ بچیوں کی شادیاں ہو جائیں گی تو وہ نوکری پر نہیں جائیں گی، وہ serve نہیں کر سکیں گی اور جو باقی بچیں گی ان سب کو لاہور کے اندر accommodate کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بچیاں BHUs اور THQs میں نہیں جا سکتیں۔ حکمرانوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے لہٰذا حکومت اس حوالے سے نئے سرے سے پالیسی بنائے۔ میرے پاس اس وقت شعبہ صحت کے حوالے سے کافی تجاویز ہیں لیکن میں صرف یہ عرض کروں گا کہ آپ ایک full fledged وزیر صحت مقرر کریں۔ اسی طرح میڈیکل کالجوں میں داخلوں اور ہسپتالوں کے حوالے سے ایک جامع پالیسی نئے سرے سے مرتب کی جائے۔ موجودہ حکومت لاہور اور چند دوسرے بڑے شہروں میں میڈیکل کی سہولتیں میسر کر کے شور مچا دیتی ہے کہ ہم نے یہ یہ کر دیا ہے۔ خُدا کے بندو! 70 فیصد لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ آپ لاہور اور چند بڑے شہروں کو چھوڑ کر باہر نکل کر لوگوں کے حالات دیکھیں۔ آپ تحصیل اور قصبوں کے اندر جاکر دیکھیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جب ایک عام آدمی وہاں پر بیمار ہوتا ہے تو اس کے ساتھ کیا بیتتی ہے۔ ہمیں اس کی طرف آنا چاہئے اور حکومت

کو ترجیحی بنیادوں پر ان remote areas کے اندر لوگوں کو صحت کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے ایک مربوط اور مؤثر منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر! پچھلے سال 16-2015 کے بجٹ میں لاء اینڈ آرڈر کے لئے ہم نے 109۔ارب اور 25 کروڑ روپے مختص کئے تھے۔ بجٹ میں بڑے شہروں کے لئے سیف سٹی پروگرام کے اجراء کا بھی اعلان کیا گیا تھا۔ اس سیف سٹی پروگرام کے تحت لاہور شہر کے لئے 4۔ارب روپے سے زائد کے فنڈز مختص کئے گئے تھے۔ وزیر خزانہ نے پچھلے سال کی اپنی بجٹ تقریر میں یہ کہا تھا کہ دسمبر 2015 تک لاہور کے اندر سیف سٹی پروگرام کے تحت مختص شدہ فنڈز ہم استعمال کر لیں گے اور یہ منصوبہ لاہور کے اندر جرائم پر قابو پانے میں انتہائی معاون ثابت ہوگا۔ بجٹ تقریر کے point-57 اور صفحہ نمبر 16 میں لکھا گیا تھا کہ "حکومت نے بڑے شہروں میں سیف سٹی پروگرام کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ جدید آلات، کیمروں کے ذریعے نگرانی، قانون شکن شرپسند عناصر کی نشاندہی اور انہیں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر قانون کی گرفت میں لانے کا ایک مربوط نظام تیار کیا جا رہا ہے۔ یہ منصوبہ جات لاہور میں دسمبر 2015 تک اور راولپنڈی فیصل آباد، ملتان اور گوجرانوالہ میں 2016 کے دوران مکمل ہو جائیں گے۔"

جناب سپیکر! دسمبر تو گزر گیا بلکہ چھ ماہ اُوپر ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک اس منصوبے پر کام بھی شروع نہیں ہو سکا۔ اس منصوبہ کے لئے 4۔ارب روپے رکھے ہوئے تھے۔ اب وہ 4۔ارب روپے کدھر گئے؟ میرا خیال ہے کہ وہ بھی "کھٹی گڈی" میں لگ گئے ہوں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ میں figures رکھ دینا، funds مختص کر دینا اور اس کے بعد ان targets کو achieve نہ کرنا یہ حکومت کا failure ہے۔ رانا ثناء اللہ خان وزیر قانون اس وقت ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ لاہور شہر میں رہنے والے لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے بجٹ کے اندر 4۔ارب روپے کی ایک رقم provided ہے اور ساتھ دوسرے شہروں کا بھی ہے کہ یہ منصوبہ دسمبر 2015 تک پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔ آج جون 2016 ہے ابھی تک اس منصوبے پر کام شروع ہی نہیں ہو سکا اس پر کام کیوں شروع نہیں ہو سکا کہ لوگوں کی جان و مال کا تحفظ حکومت کی priorities کے اندر نہیں ہے۔ اپنے نمبر بنانے کے لئے پیسہ رکھ دیا کہ جی، سیف سٹی پروگرام کے لئے کیمرے لگ جائیں گے، یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے

گا اور ایک لمحہ ضائع ہوئے بغیر مجرم پکڑا جائے گا جس کی وجہ سے crime rate بڑا نیچے آ جائے گا لیکن آپ یہ 4-ارب روپیہ re-appropriation کے نام پر اِدھر اُدھر لے گئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پنجاب بھر میں 80 پولیس سروس سنٹرز کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا جس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ عوام کی حفاظت کی بجائے پولیس اہلکاروں کی بڑی تعداد VVIP's کی ڈیوٹی پر ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ 131 شخصیات کو سکیورٹی دینے کے حوالے سے قانون میں provision موجود ہے لیکن 911 شخصیات کو سرکاری protocol دیا جا رہا ہے۔ مجموعی طور پر 43 ہزار 918 پولیس اہلکار VVIP سکیورٹی کے اوپر تعینات ہیں۔ ماڈل ٹاؤن، جاتی اُمرا اور دیگر camp offices کے اوپر ایلیٹ فورس اور پولیس کے ہزاروں نوجوان تعینات ہیں۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ حکمران اپنی سکیورٹی کے بارے میں اتنے حساس ہیں لیکن عوام کو چوروں اور ڈاکوؤں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ صرف لاہور شہر کے اندر پچھلے تین ماہ کے دوران قتل کی 148 وارداتیں ہوئی ہیں، ڈکیتی کے دوران مزاحمت کرنے پر 9 افراد قتل ہوئے ہیں، ڈکیتی وراہزنی کی 1477 وارداتیں ہوئی ہیں، گاڑی اور موٹر سائیکل چھیننے کے 264 واقعات ہوئے ہیں اور اغواء کے 4 واقعات ہوئے ہیں۔ اگر ہم پورے صوبہ پنجاب کی طرف چلیں تو 16-2015 کے ابتدائی 9 ماہ میں قتل کی 4198 وارداتیں، اقدامِ قتل 4805، اغواء 12328، اغواء برائے تاوان 73 اور زیادتی کے 2555، اجتماعی زیادتی کے 2211، راہزنی کے 15235 اور جسمانی تشدد کے 14673 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ آج کل کے trend کے مطابق 40 فیصد واقعات کی رپورٹ درج ہی نہیں ہوتی اُس کی وجہ یہ ہے کہ system, deliver کرنے میں ٹوٹل ناکام ہو چکا ہے اور collapse ہو چکا ہے۔ ایک آدمی ایف آئی آر درج کرانے جاتا ہے جو مظلوم ہے، جو لُٹا پٹا ہے، جس کے ساتھ زیادتی ہو گئی ہے، اُس کی چوری ہو گئی ہے، اُس کے ساتھ کوئی ظلم ہو گیا ہے تب تک اُس کی ایف آئی آر درج نہیں ہوتی جب تک کوئی ایم این اے، کوئی ایم پی اے یا کوئی بااثر شخص جا کر پولیس کو pressurize نہ کرے تو اس طرح گھنٹوں نہیں، دنوں نہیں بلکہ واردات کو ہوئے ہوئے ہفتوں گزر جاتے ہیں لیکن ایف آئی آر درج نہیں ہوتی اور اگر خوش قسمتی سے ایف آئی آر درج ہو جائے تو تفتیش کا نظام اتنا پیچیدہ ہے کہ ایک عام آدمی کے لئے اُس سے گزرنا محال ہے۔ اُس واردات کے مجرم کو پکڑنے کے لئے اور اُس کی نشاندہی کے لئے پولیس والے کہیں گے کہ پٹرول ڈلوا کر گاڑی لے کر آ جاؤ۔ پانچ سات پولیس والے اُس گاڑی میں بیٹھ جائیں

گے، سارا دن اُس گاڑی میں گھومیں گے۔ گاڑی کے پٹرول کا خرچہ، اُن پولیس والوں کے کھانے کا خرچہ اور اُن کا نذرانہ اُس مظلوم آدمی کے ذمہ ہے جس کو انصاف فراہم کرنا State کی ذمہ داری ہے۔ State سوئی ہوئی ہے اُس کو رتی برابر مظلوم عوام کی فکر نہیں ہے۔ بہت سارے مقدمات کی تفتیش نہیں ہو پاتی اور اگر pursue کر کے کسی مقدمہ کی تفتیش ہو جائے تو prosecution نہیں ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کتنے فیصد لوگ ہیں جو ان ایف آئی آرز میں نامزد ہوتے ہیں اور جنہیں سزا ہوتی ہے کیونکہ یہاں پر prosecution کا کوئی نظام نہیں ہے۔ 70 فیصد سے زائد مجرم ان lacunas کی وجہ سے اور سسٹم میں کمزوریوں کی وجہ سے رہا ہو جاتے ہیں اور آ کر دوبارہ پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب پچھلے 8/9 سال سے ہر تقریر میں تھانہ کلچر کی تبدیلی کی باتیں فرماتے ہیں کہ تھانہ کلچر کو بدل دیا ہے، پٹواری کلچر کو بدل دیا ہے۔ بھئی! کیا بدل دیا ہے؟ حالات تو پہلے سے زیادہ دگرگوں ہو گئے ہیں، حالات تو پہلے سے زیادہ خوفناک ہو گئے ہیں اور رشوت کا ریٹ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ لوگ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ بے بس اور بے سہارا محسوس کرتے ہیں۔ لوگوں کو فوری انصاف اور اُن کی شکایات کے ازالے کے لئے حکومت کے پاس کوئی سسٹم نہیں ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے 9 سالوں سے وہی روایتی طور طریقے ہیں ایک سال، دو سال، پانچ سال نہیں، آپ ہر سال پولیس کے بجٹ میں اضافہ بھی کر دیتے ہیں، نئی نئی forces بھی بنا دیتے ہیں۔ یہ ایلیٹ فورس بن گئی ہے جی، اب یہ ڈولفن فورس بن گئی ہے لیکن جرائم تو کم نہیں ہو رہے۔ آپ پولیس کے بجٹ میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں اور اِدھر جرائم کی رفتار اور تعداد میں بھی اُسی speed کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اس لئے اس روایتی انداز سے جان چھڑائیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو فوری طور پر دو تین چیزیں کرنی چاہئیں۔ ایک تو online FIR کا اندراج اگر دوسرے صوبوں میں یہ ہو سکتا ہے تو پنجاب میں کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھیں، ایک آدمی کے ساتھ زیادتی ہو جاتی ہے وہ انصاف کا طالب ہے، وہ پریشان ہے، وہ مظلوم ہے تو وہ کس کا دروازہ کھٹکھٹائے؟ کیونکہ یہاں تو کوئی سسٹم نہیں ہے۔ اگر وہ گھر بیٹھے ہوئے online FIR درج کرا دیتا ہے تو اُس کی تکلیف کا آدھا مداوا ہو جاتا ہے کہ چلیں، میری ایف آئی آر درج ہو گئی ہے کہ یہ واقعہ ریکارڈ میں آ گیا ہے تو مجھے کسی نہ کسی stage کے اوپر اس سے relief ملے گا اور میں مجرموں کو سزا دلانے کے قابل ہو جاؤں گا لیکن اگر ایک آدمی پر ظلم ہوا ہو اور اُس کا پورا زور ایف آئی آر درج کرانے پر ہی لگ جائے گا تو پھر آپ آگے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگلے مراحل سے وہ کس طرح سے گزر سکتا ہے تو

میں وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گا کہ اس پر نہ تو اتنا بڑا بجٹ involve ہے یہ ایک بہت ہی بہتر فیصلہ ہوگا کہ اگر آپ دوسرے صوبوں کی طرح یہاں پنجاب میں بھی FIR online کا نظام متعارف کرائیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے میں سمجھتا ہوں کہ Community Policing کی طرف توجہ دیں اور یہ جو لگا بندھا طریقہ ہے کہ کسی ایس ایچ او یا کسی ڈی ایس پی نے ایک جگہ پر دو تین ماہ سے زیادہ ٹھہرنا ہی نہیں تو وہ جرائم کو خاک کنٹرول کرے گا؟ ایک شخص جب کسی علاقہ میں تعینات ہوتا ہے تو اُس کا تین سال کا tenure ہے۔ آپ تین ماہ کے بعد اُسے اُٹھا کر کہیں اور پھینک دیتے ہیں۔ ایک سال کے اندر پانچ پانچ، سات سات ایس ایچ اوز یا پولیس افسران ایک تھانے میں لگیں گے تو کسی صورت میں بھی آپ لاء اینڈ آرڈر کو بہتر نہیں کر سکتے۔ آپ افسران کو اُن کا tenure مکمل کرنے دیں اور اگر اُس کے علاقہ میں کوئی heinous crime ہو جاتا ہے تو اُس کو suspend کریں لیکن یہاں سے اُس کو بدلا دوسرے تھانے میں لگا دیا، دوسرے کو بدلا اِدھر لگا دیا تو یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلنا چاہئے۔ آپ پولیس افسران کو میرٹ کی بنیاد پر posting دیں اور پھر اُس کے پاس دو تین سال کا task ہو کہ میں نے اس علاقہ کے اندر امن عامہ کی صورتحال کو بہتر کرنا ہے، میں نے جرائم پیشہ لوگوں پر قابو پانا ہے، یہاں پر میں نے عام آدمی کو انصاف فراہم کرنا ہے اور مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہے، مجھے یہاں سے کوئی pre-mature transfer نہیں کر سکتا تو وہ دل لگا کر اُس علاقہ کو ایک مثالی علاقہ بنا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں عدالتی نظام پر لمبی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن وزیر قانون سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ خدارا یہ جو ہمارا عدالتی سسٹم ہے اس کے اندر انقلابی اور دور رس بنیادی تبدیلیاں لانے کا وقت آ گیا ہے۔ یہاں کسی کو انصاف نہیں مل رہا اور نسل در نسل ایک ایف آئی آر کٹ جائے یا ایک دیوانی مقدمہ درج ہو جائے تو پچیس پچیس، تیس تیس سال لوگ ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں۔ عام آدمی کے پاس وکیلوں کو دینے کے لئے لاکھوں روپے نہیں ہیں۔ سول عدالتوں میں سالہا سال ایک مقدمہ چلتا ہے اس کے بعد سیشن کورٹ ہے اور اس کی سیڑھیاں چڑھ چڑھ کر ایک آدمی اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے اس کے بعد ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہے۔ یہ ہمارا کام ہے، حکمرانوں کا کام ہے اور حکومت کا کام ہے کہ یہاں پر لوگوں کو relief دیں۔ آپ ہمسایہ ملک جائیں اور وہاں study کریں کہ تین سے چھ ماہ کے اندر عام مقدمات کا ہر صورت فیصلہ ہونا ہے۔ انہوں نے اس میں category wise کیا ہوا ہے کہ فلاں category کا کوئی کیس ہے تو اس کی ایک اپیل ہے اور وہ بھی تین ماہ میں dispose of ہو جاتی ہے۔

اس سے بڑا کوئی کیس ہو تو وہ اوپر ہائی کورٹ وغیرہ میں جا سکتا ہے۔اگر اُدھر یہ بہتری ہو سکتی ہے تو یہاں یہ بہتری کیوں نہیں ہو سکتی؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج حکمرانوں کی اور حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ عام آدمی کے جان و مال کو تحفظ اور انصاف فراہم کرے۔ان کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اس کا مداوا کیا جائے۔

جناب سپیکر!میں نے وزیر خزانہ کی پچھلی تقریر کا حوالہ دے کر کہا تھا کہ انہوں نے پچھلے سال کہا تھا کہ ہم دس لاکھ افراد کو روزگار فراہم کریں گے۔اس میں صورتحال یہ ہے کہ اس پوری بجٹ تقریر کے اندر ایک لفظ بھی انڈسٹری کے بارے میں نہیں ہے۔یہ لوگ جو خود انڈسٹریلسٹ ہیں جنہوں نے خود کارخانے بنائے ہیں جو انڈسٹری کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ Employment کے لئے، بے روزگاری کے خاتمے کے لئے، عام آدمی کے relief کے لئے، ملک کے اندر growth rate بڑھانے کے لئے، ایکسپورٹ کے لئے اور امپورٹ سے چھٹکارے کے لئے انڈسٹری ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتی ہے لیکن اس بجٹ تقریر میں دو لفظ یاد دلائیں بھی وزیر خزانہ بول دیتیں تو شاید تشفی ہو جاتی کہ انڈسٹری کا ذکر تو کیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! جو اتنا کہا ہے اس پر تو آپ کو اتفاق نہیں ہے دو لائنیں لکھنے سے کیا ہو جائے گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! لکھ دیتے تو ہم یہ کہتے کہ یہ بھولے نہیں ہیں۔ انہوں نے سند پر بھی یاد رکھا ہوا ہے لیکن لگتا ہے کہ "کھٹی گڈی" نے سب کچھ بھلا دیا ہے۔

جناب سپیکر! یہ انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ پچھلے دو تین سال کے اندر صرف ٹیکسٹائل سیکٹر میں 113 ملیں بند ہو چکی ہیں۔اگر وزیر خزانہ چاہیں تو میرے پاس فہرست پڑی ہے میں ان کو یہ فہرست دے سکتا ہوں۔ پنجاب میں 113 ملیں بند ہو گئی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ دس لاکھ افراد کو روزگار کے مواقع دیں گے۔میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دس لاکھ لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں اور آپ کو اس کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔یہ ملیں کیوں بند ہوئی ہیں؟ یہ اس لئے بند ہوئی ہیں کہ دیگر صوبوں سندھ اور خیبر پختونخوا میں انڈسٹری کے لئے بجلی کا جو ٹیرف ہے وہ 6روپے فی یونٹ ہے اور پنجاب کے صنعتکار کے ساتھ حکومت کیا سلوک کر رہی ہے کہ 15 روپے فی یونٹ بجلی دے رہی ہے۔اس میں fuel adjustment کے تین روپے نکال دیں تو باقی 12روپے فی یونٹ رہ جاتا ہے۔آپ خیبر پختونخوا میں چلے جائیں تو 6روپے فی یونٹ بجلی اور cost آدھی ہو گئی۔ سندھ میں چلے جائیں تو cost آدھی ہو

گئی۔ اگر پنجاب میں آپ فیکٹری لگائیں تو آپ 12 روپے فی یونٹ دیں تو کوئی پاگل ہے جو اتنے بڑے تفاوت اور فرق کے ساتھ کام کرے۔ اس کے لئے ایسا کرنا ممکن ہی نہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ NEPRA نے اعلان کیا کہ بجلی کی average production cost 3 روپے 90 پیسے فی یونٹ ہے۔ یہ پچھلے دنوں اخبارات میں آیا ہے۔ دہائی خدا کی کہ 3 روپے 90 پیسے فی یونٹ بجلی کی average cost ہے اس میں ہائیڈل، گیس اور کوئلے والی ساری بجلیوں کو شامل کیا گیا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ جو بجلی 3 روپے 90 پیسے فی یونٹ میں پڑ رہی ہے یہ 5 یا 6 روپے فی یونٹ دے سکتے ہیں۔ آپ صنعت کو بجلی 12 روپے فی یونٹ دے رہے ہیں یعنی 200 گنا منافع لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ پنجاب کا جو صنعت کار ہے اس سے 98 فیصد ریکوری ہے، پورے پاکستان میں اتنی ریکوری کسی جگہ نہیں ہے اور کیوں یہ تماشا ہے؟ تماشا پھر اور دیکھیں کہ آج سے تین چار سال پہلے جب پٹرول ایک سو ڈالر سے اوپر فی بیرل تھا تو انڈسٹری کو جو بجلی فراہم کی جا رہی تھی وہ بجلی 9 روپے فی یونٹ تھی۔ اب پٹرول کی قیمت تقریباً 50 ڈالر فی بیرل کے لگ بھگ ہے لیکن انڈسٹری کو بجلی 12 روپے فی یونٹ دی جا رہی ہے۔ یعنی جب پٹرول کی قیمت ڈبل تھی تو آپ بجلی 9 روپے فی یونٹ دے رہے تھے اور جب پٹرول کی قیمت آدھی ہو گئی تو آپ انہیں 12 روپے فی یونٹ دے رہے ہیں۔ ان حالات کے اندر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے یہ حکمران سوچ کیا رہے ہیں اور ان کی ترجیحات کیا ہیں اور کیا ان کا کوئی اس طرح کا پلان ہے؟

جناب سپیکر! زراعت کی زبوں حالی کی داستان میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ اسی طرح صحت اور تعلیم کے شعبے ہیں۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ صنعت کار ہیں اس پر ان کا focus ہو گا یہاں پر بہتری آئے گی لیکن میں نے یہ بتایا ہے کہ صرف ٹیکسٹائل سیکٹر میں ایک سو سے زائد فیکٹریاں بند ہو گئی ہیں۔ یہ جو ظلم ہے کہ یہاں پر 12 روپے فی یونٹ بجلی دے رہے ہیں، سندھ اور خیبر پختونخوا میں 6 روپے فی یونٹ بجلی مل رہی ہے آخر کیوں؟ میری وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ اس تفاوت کو کم کیا جائے۔ اس میں جو cost ہے وہ کم ہو گی۔ اس کے بغیر صنعتی یونٹ تیزی کے ساتھ بند ہو رہے ہیں اور بند ہوتے چلے جائیں گے۔ یہاں سے لوگ shift ہو رہے ہیں، دوسرے صوبوں اور دوسرے ملکوں میں جا رہے ہیں۔ لوگ بنگلہ دیش میں جا رہے ہیں اور UAE میں جا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں viable نہیں ہے۔ یہاں تو صرف کوئی چھوٹا موٹا یونٹ ہے باقی تمام سرمایہ بڑی تیزی کے ساتھ اربوں روپے کی صورت

میں اس ملک و صوبہ سے نہ صرف brain drain ہو رہا ہے بلکہ یہ wealth بھی بڑی تیزی کے ساتھ باہر منتقل ہو رہی ہے۔ خدا کے لئے آپ کو اس کا احساس زیاں ہونا چاہئے اور اس کے اوپر آپ study کریں اور انڈسٹری کی صورتحال کو سنبھالا دینے کے لئے فوری اور ہنگامی اقدامات آپ کو کرنے ہوں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پچھلے دو تین بجٹ تقاریر میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا ذکر ہوتا رہا ہے۔ شیخ علاؤالدین چلے گئے ہیں وہ پہلے ان projects کے head رہے ہیں پھر انہوں نے پچھلے سال استعفیٰ دے دیا تھا۔ آپ ان کی تقاریر اٹھا کر دیکھ لیں اور ان سے پہلے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کی تقاریر میں بھی دیکھ لیں کہ آشیانہ آشیانہ کی ہر دفعہ صدائے بازگشت اس ایوان میں بلند ہوتی تھی۔ وہ ڈرامے ہوتے تھے کہ بس جناب ہاؤسنگ کا مسئلہ ہی حل ہو گیا ہے غریب آدمی کو تو ہم بنے بنائے گھر دے رہے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ "کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا" آپ اندازہ کریں کہ اس بجٹ میں تو محترمہ نے اس کا ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کیا یعنی یہ بجٹ تقریر آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے خالی ہے۔ وہ جو اپنا طرہ امتیاز کہتے تھے کہ جناب ہم نے یہ کیا۔ انہوں نے 2700 گھر الاٹ کرنے تھے۔ میں وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ خدا کے لئے ان پوائنٹس کو نوٹ کریں اور جا کر visit کریں کہ جو آشیانہ سکیمیں مکمل ہوئی ہیں ان کا جا کر حال دیکھیں۔ یہ 2700 لوگوں کو آپ نے گھر دینے تھے 90 فیصد الاٹیوں کو آپ نے ابھی تک وہ گھر نہیں دیئے۔ پچھلے چار پانچ سال سے وہ دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ آپ فیصل آباد چلے جائیں، سرگودھا چلے جائیں یا جن جن اضلاع میں بھی آپ نے یہ پروگرام شروع کیا تھا وہاں پر وہ سارے گھر خالی پڑے ہیں کیونکہ وہاں پر سروسز فراہم نہیں کی گئیں۔ لاہور کے اندر جو آشیانہ ہے اس میں 400 گھر بنے ہیں جا کر ان کی کوالٹی دیکھ لیں کہ ان کا کیا حال ہے۔ ان کی چھتوں میں دراڑیں ہیں، پلستر نہیں ہے، سوئی گیس کی فراہمی نہیں ہے وہاں جو سو ڈیڑھ سو مکین رہ رہے ہیں وہ آپ کو اس کی داستان سنائیں گے کہ ان کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے یہاں حکومت یہ کرے کہ شہروں پر دباؤ کو کم کرنے کے لئے آپ یہاں سے پچاس، سو کلومیٹر جی ٹی روڈ پر چلے جائیں موٹر وے پر چلے جائیں وہاں پنڈی بھٹیاں کے پاس barren land پڑی ہے، وہ ایگریکلچر کے point of view سے کوئی اتنی قیمتی زمین نہیں ہے وہاں پر آپ کوئی چھوٹے چھوٹے اور نئے شہر آباد کریں۔ پورے پنجاب کا بوجھ لاہور پر ہے جو کوئی بھی اٹھتا ہے وہ بھاگ کر لاہور آ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو اب بتاؤں کہ لاہور کے مقامی لوگ اقلیت میں بدل گئے ہیں۔ ہماری تو یہاں پر تعداد 25/20 فیصد رہ گئی ہے۔ 75 فیصد لوگ مضافات سے پورے پنجاب سے یہاں پر آ کر settle ہو گئے ہیں۔ اگر اسی طرح سے آبادی کا دباؤ بڑھتا رہا تو آپ خود دیکھ لیں گے۔ جو حال پنڈی اور باقی بڑے شہروں کا ہے۔ کوئی بھی پلاننگ نہیں ہے۔ ہاؤسنگ کا شعبہ کسی زمانے میں آج سے تیس سال پہلے بھٹو دور میں ہم اس وقت نوجوان طالب علم تھے، بڑی بڑی سکیمیں بنتی تھیں یہ ٹاؤن شپ بھی اس زمانے میں بنی ہے۔ عام آدمیوں کو چھوٹے پلاٹوں کی فراہمی اور گھروں کی تعمیر کے سلسلے میں حکومت facilitate کرتی تھی لیکن اب حکومت نے سرے سے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہاؤسنگ کا شعبہ بجٹ تقریر سے ہی نکال دیا ہے وہ ان کی priorities میں شامل ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر آپ اندازہ کریں کہ آدھے ہمارے مسائل اسی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ 50 فیصد سے زائد لوگ جو لاہور میں آ کر کام کاج کرتے ہیں وہ ایک ایک کمرے کا آٹھ آٹھ، دس دس ہزار روپے کرایہ دے رہے ہیں ان میں سے بہت سے criminals ہیں جو کہ ان پوش آبادیوں اور دوسری آبادیوں سے ملحقہ گاؤں جو ان آبادیوں کے اندر مواضعات آ گئے تھے ان کے اندر چار چار منزلہ کواٹرز بنے ہوئے ہیں ان میں رہ رہے ہیں۔ یہاں پر حکومت نے نہ تو اس کو روکنے کی کوشش کی کہ بڑے شہروں پر ہم دباؤ کو روکیں اور بڑے شہروں کے قرب و جوار میں نئے شہر آباد کریں جہاں آپ لوگوں کو facilities دیں، جہاں سستے پلاٹس اور سستی رہائش گاہیں دیں۔ قسطوں پر ہی آپ ان کو یہ دے دیں لیکن سوائے ڈرامے بازی کے کسی کی کوئی توجہ اس طرف نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا ڈرامہ رچایا گیا جو کہ تین چار سال خوب چلا خوب رچایا، خوب باتیں کیں اور اس کے بعد اس کی داستان بھی نہیں ہے، داستانوں میں اور اس کا ذکر تک بھول گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو ادارے اس کے ذمہ دار ہیں، ایل ڈی اے بنایا ہوا ہے، ایف ڈی اے بنایا ہوا ہے اور اس کے بعد گوجرانوالہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی ہے، آر ڈی اے ہے ان تمام اداروں کا کام لوگوں کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنا تھا لیکن یہ pure commercial ادارے بن چکے ہیں۔ میرا چیلنج ہے کہ ایل ڈی اے اور یہ دوسرے ادارے سوائے منافع کمانے، لوگوں کو لوٹنے اور کمرشلائزیشن کے نام پر لوگوں کی جیبوں پر اربوں روپے کا ڈاکا ڈالنے کے ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہ پرائیویٹ سیکٹر کو crush کر رہے ہیں۔ ان کی sister organization جو کہ پرائیویٹ سیکٹر میں تھوڑا بہت کام کر رہی ہیں ان پر بھی پابندیاں ہیں اور سخت ترین پابندیاں ہیں۔ جب ایک ادارہ خود کمرشل بنیادوں پر کام کرے گا۔ آپ

ایل ڈی اے کی جتنی بھی سکیمیں ہیں کہیں پر بھی چلے جائیں 10لاکھ روپے مرلہ سے کم کوئی پلاٹ نہیں ہے۔آپ ایک غریب آدمی کی طرف دیکھیں کہ جو30/20ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے وہ ساری زندگی بھی لگا رہے تو کیا وہ دو یا تین مرلے کا پلاٹ یا گھر لے سکتا ہے تو اس کا جواب ہو گا کہ نہیں؟ بھئی! یہ ادارے کیا کر رہے ہیں، ان کا کام یہ ہے کہ آپ اونے پونے زمینیں خریدیں اس پورے شہر لاہور کو آپ نے کمرشلائز کر دیا اس کی شناخت ختم کر دی یہاں پر آپ نے ایل ڈی اے سٹی کے نام پر 60ہزار کنال اور ہزاروں ایکڑ کی acquisition شروع کر دی اور ابھی وہاں پر زمین ہی نہیں ہے۔اوورسیز پاکستانیوں سے اور یہاں سے اربوں روپیہ اکٹھا کر لیا کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، کیوں؟ کیونکہ یہ کمرشل ادارے ہیں ان کو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ عوام کو سہولت دینا، عوام کے لئے سوچنا اور عوام کو سستی رہائش گاہیں فراہم کرنا ان کے manifesto میں شامل ہی نہیں ہے۔آج سے دو سال پہلے ہم نے ماشاءاللہ ایل ڈی اے کا دائرکار بڑھا کر چار اضلاع اس میں مزید شامل کر دیئے ہیں، اس میں ننکانہ صاحب، قصور اور شیخوپورہ ہیں اور وہاں پر لوگ جو تھوڑا بہت سہولت اور سکھ کے سانس رہ رہے تھے اب روزانہ ان کو ایک نوٹس آیا ہوتا ہے اور لوگ روتے پیٹتے ہیں، جو کوئی دکاندار کہیں پر ہے یا کسی نے کوئی گھر بنا لیا ہے تو اس کے نقشے کی approval کے نام پر اور اس کی کمرشلائزیشن کے نام پر ایل ڈی اے ان کی چیخیں نکلوا رہا ہے۔ ایل ڈی اے اور دوسری ڈویلپمنٹ اتھارٹیوں کے ظلم و ستم سے عوام کو نجات دلانے کا وقت آ گیا ہے۔ اربوں روپے منافع کے لئے یہ ادارے نہیں تھے یہ ادارے no profit no loss base پر لوگوں کو شہری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے تھے، لوگوں کی رہائشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تھے کدھر ہے ایل ڈی اے اور کون سی سکیمیں ہیں اور یہ کہاں پر سکیمیں بنا رہا ہے۔ یہ اربوں روپے خرچ کر کے publicize کر کے اس ادارے کا نام misuse کر کے آپ ایل ڈی اے سٹی کے نام پر کھربوں روپے اکٹھے کر لیں اور آپ ایک کاروباری ادارہ بنیں اور وہاں پر ایک عام آدمی کا ذکر کدھر ہے ایک سرکاری ملازم کا ذکر کدھر ہے۔ایک مزدور کا ذکر کدھر ہے، ایک کسان کے حقوق کی بات کدھر ہے اور لوگوں کو شہری سہولتیں فراہم کرنے کے ان کے جو پروگرام اور مقاصد ہیں وہ کہاں پورے ہو رہے ہیں تو وہ پورے نہیں ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس جانب بھی توجہ دینی چاہئے اور ایل ڈی اے کو اس طرح کی چیرہ دستیوں سے روکنا چاہئے اور اس کا اصل مقصد شہریوں کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنا ہے لہٰذا اس حد تک اس کو focus کرنا چاہئے۔اب ذرا دل تھام کر اورنج لائن ٹرین منصوبہ۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں دل کیوں تھاموں، مجھے کیوں بول رہے ہیں۔ میری بات سنیں کہ دوسروں کے حقوق اور اپنے ساتھیوں کا بھی تھوڑا خیال کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں پنجاب کے 10 کروڑ عوام کے حقوق کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ چھوڑیں۔ آپ بس پانچ منٹ اور بات کر لیں۔ بڑی مہربانی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں ان کے مسائل، ان کے جذبات اور ان کے احساسات کی بات کر رہا ہوں، میں ان کے دُکھوں کی بات کر رہا ہوں تو آپ کو مجھے appreciate کرنا چاہئے۔ آپ کو تو مجھے کہنا چاہئے کہ آپ جتنی دیر مرضی بول لیں، آپ bifurcation کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ دوسروں کے حقوق کا بھی خیال کریں۔ آپ دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے۔ This is not good at all.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے۔۔

جناب سپیکر: جی، last and final.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ ایک ایسا منصوبہ ہے جس نے پورے پنجاب کی عوام کے حقوق پر ڈاکا ڈالا ہے جو کہ پنجاب کی عوام کو بنیادی ضروریات زندگی سے محروم کرنے کا منصوبہ ہے۔ وہ جنوبی پنجاب یا شمالی پنجاب ہو یا سنٹرل پنجاب ہو یہ اربوں روپے شہر لاہور پر لگ رہے ہیں۔ میں لاہور کا باسی ہوں مجھے شاید یہ بات نہیں کرنی چاہئے لیکن میں پنجاب کے 10 کروڑ عوام کا کسٹوڈین ہوں اس لئے مجھے اپنے ذاتی مفاد اور اپنی شہر داری کے تعلق کو اور اپنی اس جنم بھومی کو ایک طرف رکھتے ہوئے مجھے بات کرنی ہوگی، مجھے پنجاب کی 10 کروڑ عوام کی بات کرنی ہوگی مجھے جنوبی پنجاب کی بات کرنی ہوگی مجھے شمالی پنجاب کی بات کرنی ہوگی مجھے سنٹرل پنجاب کی بات کرنی ہوگی، وہاں کے مزدوروں، کسانوں اور وہاں کے کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرنے والے عوام کے حقوق اور جذبات کی مجھے یہاں پر ترجمانی کرنی ہوگی کہ یہ 200۔ ارب روپے CPEC اور یہ "کھٹی گڈی" چل رہی ہے اور حقیقت حال کیا ہے آپ ذرا اندازہ کریں اور میں یہ کہا کرتا ہوں کہ آئندہ آنے والی نسلیں پنجاب کے حکمرانوں کو کبھی معاف نہیں کریں گی ان کا نام پنجاب کی تاریخ میں سیاہ حروف میں لکھا جائے گا کہ جن کی گردنوں پر سینکڑوں لوگوں کا خون ہوگا کہ جو اس طرح کے مکروہ اور فضول منصوبے شروع

کر کے کروڑوں لوگوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالا گیا ہے اور آنکھیں بند کی ہوئی ہیں دماغ ماؤف کیا ہوا ہے۔ قرض پر قرض لے کر اس پنجاب کے ایک ایک باسی کو لاکھوں روپے کا مقروض کر کے آج ٹرانسپورٹ کے نام پر یہ جو دھوکا دیا جا رہا ہے ان کے حقوق پر ڈاکا ڈالا جا رہا ہے ان کی بنیادی ضروریات زندگی کو اور ان کے منہ سے نوالوں کو چھینا جا رہا ہے یہ وہ خونی اور قاتل منصوبہ ہے جس پر آپ مجھے دو منٹ دیجئے۔ یہ اورنج لائن ٹرین میں روزانہ اڑھائی لاکھ مسافر سفر کیا کریں گے اور فی مسافر آنے جانے کا خرچہ 171 روپے ہوگا۔ فی کس passenger کو 40 روپے دینے پڑیں گے یعنی 171 روپے cost ہے جبکہ 40 روپے ایک مسافر وہاں پر دے گا اور باقی 131 روپے حکومت subsidy فراہم کرے گی۔ 4 کروڑ 27 لاکھ 50 ہزار روپے روزانہ خرچہ آئے گا جبکہ روزانہ کی آمدنی کتنی ہوگی؟ اگر اڑھائی لاکھ مسافر روزانہ سفر کرتے ہیں تو ایک کروڑ روپے روزانہ ان کی ٹکٹوں سے وصول کریں گے یعنی روزانہ 3 کروڑ 27 لاکھ 50 ہزار روپے خسارہ ہوگا۔ لاہور میں دس پندرہ کلو میٹر ٹھوکر نیاز بیگ سے گجر پورہ تک کے لوگوں کو سہولت دینے کے لئے روزانہ پنجاب کے عوام کو 3 کروڑ 27 لاکھ 50 ہزار روپے کا ٹیکہ لگے گا۔ ماہانہ خسارہ 98 کروڑ 25 لاکھ روپے جبکہ سالانہ subsidy یا خسارہ 11۔ارب 79 کروڑ روپے ہوگا۔ میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے دوستوں کو بھی متوجہ کر رہا ہوں کہ آپ اندازہ کریں کہ ایک منصوبہ جس میں لاہور کے شہری ٹھوکر نیاز بیگ سے گجر پورہ تک سفر کریں گے اور جو اس روٹ پر رہتے ہیں وہی سفر کریں گے جبکہ اچھرہ والا آدمی چوبرجی کی طرف اورنج لائن ٹرین پر نہیں آسکے گا۔ اس روٹ پر جو لوگ سفر کریں گے اس پر 12۔ارب روپیہ سالانہ ہمیں خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ اس پر سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کوئی logic، کوئی sense یا کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی ایک بات بھی اس بارے میں نہیں کی جاسکتی کہ آپ 12۔ارب روپے کی اتنی خطیر رقم اس میں نقصان کریں حالانکہ 3½۔ارب روپے میٹرو بس کا خسارہ الگ ہے۔ ان دونوں کا آپ 15۔ارب روپے لگالیں جو ہمارا خسارہ ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم subsidy دے رہے ہیں۔ ایسی بات نہیں کہ ایک دفعہ اورنج لائن ٹرین بن گئی تو جان چھوٹ گئی بلکہ یہ وہ پیسے ہیں جو کہ subsidy ہے اور جو قرضہ لیا ہے اُس پر سود الگ ہے۔ (شیم، شیم)

جناب سپیکر! کیا کوئی توجیہ ہے کہ ایک مقروض صوبہ 533۔ارب روپے قرض پر اس سال بجٹ deficit کو پورا کرنے کے لئے 114۔ارب روپیہ پھر سود لے رہا ہے اور دوسری طرف اس منصوبے کے اوپر سود کی مد میں اربوں روپیہ دیں جس کے بعد 12۔ارب روپے کی subsidy اورنج لائن ٹرین اور 3.5۔ارب روپے کی subsidy میٹرو بس پر دیں۔ لاہور کے اندر لاہور کے شہریوں کے

لئے یہ اتنا بڑا سوالیہ نشان ہے اور پنجاب کے لوگ سوچتے ہیں کہ کیا سب کچھ لاہور میں ہے؟ پنجاب کے لوگ، جنوبی پنجاب کے لوگ، دیہاتوں کے لوگ، باقی تمام اضلاع کے لوگ، مزدور، کسان، جوان، بوڑھے، مائیں، بہنیں اور اپنے بیگانے سب سر پکڑ کر بیٹھے ہیں کہ کیا یہ اورنج لائن ٹرین اور سب کچھ لاہور میں ہے؟ پنجاب کے ایک ایک باسی، ہاری، کاشتکار، مظلوم، مزدور اور کسان کے خون پسینے کی کمائی کاٹ کر لاہور کے شہریوں کے لئے یہ 15۔ارب روپیہ حکومت فراہم کرے گی؟ یہی تو سوچنے کی بات ہے۔(شیم، شیم)

جناب سپیکر! یہ بادشاہ اور شہزادے ہیں لیکن ڈیموکریٹک حکمران نہیں ہیں۔ یہ جمہوری اندازِ حکمرانی نہیں بلکہ ڈکٹیٹر شپ اور بادشاہت ہے۔ ایک بادشاہ نے رات کو خواب دیکھا، ایک بات سوچی، فیصلہ کیا اور صبح اُس پر عملدرآمد کے لئے گھوڑے دوڑا دیئے لیکن کسی کی نہیں سنی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ منصوبہ مکمل تو کرنے جا رہے ہیں لیکن اس میں digging کے دوران 38 افراد اب تک جاں بحق ہو چکے ہیں جس کا اعتراف یہ خود کر چکے ہیں۔ ایک تو پورے پنجاب کی گالیاں لاہوریوں کو ملتی ہیں کہ "ساڈے سارے پیسے کھا گئے تے سانوں لٹ کے لے گئے"

جناب سپیکر! دوسری طرف یہ ہو گا کہ چار سے چھ درجے لاہور کا ڈگری درجہ حرارت گرمیوں میں بڑھ جائے گا۔ موسمیاتی ماہرین یہ کہہ رہے ہیں کہ جب کنکریٹ کی فاؤنڈیشن مکمل ہو گی تو یہ درجہ حرارت مزید بڑھ جائے گا۔ کنکریٹ کے سٹرکچر کی عمر پچاس سال ہے یعنی 25 برس کے بعد اس کی شکست وریخت شروع ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ 25/30 سال کے لئے آپ یہ کھربوں روپیہ لگا رہے ہیں اور ایک ایسا منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا رہے ہیں جو کسی حیثیت میں بھی viable نہیں ہے۔ پنجاب کے دس کروڑ عوام کے حقوق پر ڈاکا ڈال کر اگر کوئی منصوبہ ایسا بناتے جو دیرپا ہوتا اور صحیح معنوں میں viable ہوتا تو پھر بھی اس کو گوارا کیا جا سکتا تھا۔ آج کے اخبارات میں عدالتی کمیشن کی رپورٹ آئی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ عدالتی احکامات کی واضح خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ہائی کورٹ نے ایک سینئر ترین وکلاء پر کمیشن مقرر کیا جس نے جا کر visit کیا اور اس نے اپنی رپورٹ ہائی کورٹ میں submit کی ہے۔ اس رپورٹ کے اندر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ عدالتی حکم کے باوجود انتظامیہ نے چوبرجی، شالامار باغ، لکشمی چوک، بابا موج دریا اور زیب النساء کا مقبرہ سمیت تمام تاریخی عمارات کی حدود کے اندر یہ کام شروع کیا ہے۔ عدالتیں الگ پیٹ اور چیخ رہی ہیں جبکہ آپ قانون کی بات کرتے ہو، جمہوریت کی بات کرتے ہو، ڈیموکریسی کی پیداوار ہو اور آپ Rule of Law کی

بات کرتے ہو۔ عدالتِ عالیہ اس صوبے کی سب سے بڑی کورٹ ہے جو آپ کو حکم امتناعی جاری کرتی ہے کہ آپ یہاں پر کام روک دیں۔ اس بات پر میاں محمد شہباز شریف کو نااہل ہونا چاہئے، وزیر اعلیٰ پنجاب اور اورنج لائن ٹرین کے تمام کارکنان پر اس بات پر پرچہ درج ہونا چاہئے کہ عدالت عالیہ کا حکم نہیں مانا۔۔۔

جناب سپیکر: کیا یہ بجٹ پر تقریر ہے؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ بجٹ ہے۔ حکمرانوں کے نزدیک اورنج لائن ٹرین ہی تو بجٹ ہے اور کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ بجٹ پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! دواڑھائی سوارب روپیہ کیوں لگایا جارہا ہے؟

جناب سپیکر: یہ کورٹ کا کام ہے اور کورٹ کو اپنا کام کرنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اپنے کام سے کام کر رہا ہوں کہ اس صوبے کا چیف ایگزیکٹو عدالتوں کے حکم کو پھاڑ کر فضا میں بکھیر دے اور یہاں پر حکم امتناعی کے باوجود اداروں سے کہے کہ [***********] کیا یہ جنگل کا قانون ہے؟

جناب سپیکر: چند الفاظ ایسے ہیں جن کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے اور ایسے الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ کارروائی کا حصہ بنے گا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو غیر پارلیمانی ہو۔

جناب سپیکر: میں میڈیا حضرات سے بھی کہوں گا کہ غیر پارلیمانی الفاظ شائع نہ کئے جائیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نیسپاک اور باقی جتنے اداروں کو کنٹریکٹ دیئے گئے ہیں وہ بغیر rules کو follow کئے دیئے گئے ہیں۔ پیسے اندھا دھند لوٹائے جا رہے ہیں۔ کل کو کوئی neutral, unbiased اور میرٹ پر انکوائری کرنے والا ٹربیونل یا کمیشن بنے گا تو تمام لوگ پھانسی کے پھندے پر جھول جائیں گے جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ 38 افراد کو اب تک موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ کہا تھا لیکن رانا ثناء اللہ نہیں مانے۔ یہ 10۔ارب 80کروڑ روپے مختلف headsمیں سے graveyardکے پیسے، لوکل گورنمنٹ کے پیسے اور 2۔ارب روپے صحت کے پیسے جو re-appropriationکے نام پر اورنج لائن ٹرین کو دے دیئے گئے ہیں اور کمال خوبصورتی سے دیئے گئے ہیں۔ کمال ضروری ہے اور پتا بھی نہیں لگنے دیا اور بقول شاعر:

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، یہ بادشاہت کے دور میں ہیں، انہیں عوامی حقوق، جمہوریت، جمہوری روایات، لوگوں کا احتجاج، لوگوں کی پکار، لوگوں کے اعتراضات، لوگوں کے اندیشے، لوگوں کے وسوسے اور لوگوں کی شکایات کی کوئی پروا نہیں ہے اور برملا وزیراعلیٰ کہتے ہیں، یہاں آکر بھی کہتے ہیں اور گلی گلی جاکر بھی یہ کہتے ہیں لیکن آنے والا وقت بتائے گا کہ ان کا غلط فیصلہ تھا۔ یہ پنجاب کے دس کروڑ عوام کے حقوق پر ڈاکا تھا اور صوبے کو اربوں روپے کا مقروض کرکے ایک ایسا منصوبہ پنجاب اور لاہور کے لوگوں کی سہولت کے لئے بنایا گیا جس سے پورے پنجاب کے عوام کے حقوق بدترین طریقے کے ساتھ متاثر ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چند اور مسائل کی طرف بھی دلانا چاہوں گا۔ جب پاکستان بنا تو لاکھوں لوگوں کی قربانیاں تھیں اور لوگ آگ اور خون کا دریا پار کرکے اس پاکستان میں آئے تھے۔ یہاں لاہور کے اندر یہ 200۔ارب روپے لگا رہے ہیں جس میں سے صرف آدھا فیصد میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یعنی ایک ارب روپے اگر یہ باب پاکستان پر لگا دیتے، مسلم لیگ چیمپئین بنتی ہے پاکستان کی خالق جماعت ہونے کا ان کا دعویٰ ہے لیکن وہ لاکھوں لوگ جن کا مقدس خون اس ملک کی بنیادوں میں شامل ہے۔ آج سے 20/25سال پہلے باب پاکستان کا منصوبہ بنتا ہے۔ ایک میموریل کونسل بنتی ہے۔ نواز شریف بطور وزیراعظم اس کے سرپرست اعلیٰ بنتے ہیں۔ غلام حیدر وائیں اس کے چیئرمین بنتے ہیں۔ پاکستان کے نامور اور معزز ترین لوگ اس میموریل کونسل کے ممبر ہیں۔ پاکستان کے ان شہداء کی یاد میں جنہوں نے اپنا گھربار لٹایا، جنہوں نے اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بہنوں اور ماؤں کی عصمتوں کو لٹایا، ان کی یاد میں ایک منصوبہ بنایا جاتا ہے کہ ہم یہاں ایک یادگار تعمیر کریں گے۔ کونسل بن گئی، اخبارات میں اشتہار آگیا اور 23نامور بین الاقوامی اور قومی آرکیٹکٹ نے competitionمیں حصہ لیا اور اپنے اپنے ڈیزائن اور

plan submit کئے۔اس کمیٹی میں پاکستان کے جوسب سے معزز ترین لوگ تھے،وہ لیٹر شاید میرے پاس یہاں پڑا ہوگا جس کی کاپی آپ کو دکھانا چاہوں گا، کہ ان لوگوں نے select کیا۔ایک آرکیٹکٹ امجد مختار کا ڈیزائن اتفاق رائے سے select کیا گیا جو پسند آیا اور اسے approve کیا گیا۔وہاں پر کام شروع ہو گیا وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے وہ lay stone کر دیا۔اب اس کے بعد آپ اندازہ کریں کہ آج بیس سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے۔اس منصوبے پر 86 کروڑ روپے خرچ ہو چکا ہے،اگلے دن میں کچھ صحافیوں اور ایک دو ایم پی ایز کے ساتھ وہاں visit کرنے گیا تو مجھے یہ دیکھ کر اتنا دکھ ہوا کہ اس یادگار کا 86 کروڑ روپے کی لاگت سے تقریباً 50 فیصد سٹرکچر مکمل ہے لیکن پچھلے آٹھ سالوں میں اس منصوبے کے لئے ایک روپے کا بجٹ بھی نہیں دیا گیا۔اس یادگار کے اندر سینکڑوں کی تعداد میں جانور، میرے پاس ویڈیو موجود ہے کہ بھینسیں، گائیں اور گدھے وہاں پر گھوم رہے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ حال ہے ہمارے شہداء کی یادگار کا، وہ ہے باب پاکستان۔اب منصوبہ کیا ہے؟ منصوبہ یہ ہے کہ آٹھ سال سے تو پیسا نہیں دیا تو اب اس ڈیزائن کو cancel کر کے ایک نئی کونسل بنانے کا ہم سن رہے ہیں کہ اسے ختم کر دو۔کبھی تاریخ میں ہم نے ایسا نہیں دیکھا۔ایک یادگار بن رہی ہے جس کا پچاس فیصد سٹرکچر مکمل ہو گیا ہے۔اس کا منصوبہ اتفاق رائے سے پاکستان کے معزز ترین لوگوں نے approve کیا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کو dismantle کر دو اور نئی کمیٹی بناؤ۔بات کیا ہے؟

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اس منصوبے کی والٹن روڈ کے فرنٹ پر ایک سو کنال کی پارکنگ جو اس original ڈیزائن کے اندر ہے، اس پر لوگوں کی نظریں ہیں، حکمرانوں کی اور وہاں کے لوگوں کی نظریں ہیں۔کیا proposal ہے؟ Proposal یہ ہے کہ اس ایک سو کنال کی پٹی جو والٹن روڈ پر ہے جو اوسطاً پانچ کروڑ روپے کی کنال زمین ہے، اس کو پلاٹ بنا کر lease out کر دیا جائے، کمرشل لوگوں کو دے دیا جائے، وہاں پر پلازے بن جائیں، ریسٹوران بن جائیں، وہاں پر شادی ہال بن جائیں کیونکہ وہاں سے generate income ہوگی اور یہ پراجیکٹ sustainable ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! کبھی قومی یادگاروں کے ساتھ اس طرح کا بھونڈا سلوک تاریخ میں ہم نے کبھی سنا اور نہ کبھی سوچا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔یہ اس حکومت میں ہو رہا ہے۔یہ خادم اعلیٰ کے ناک کے نیچے ہو رہا ہے۔اس منصوبے کو ایک پائی نہیں دی۔ہم نے مرنا ہے اور میں محترمہ وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ آئندہ آنے والی نسلوں نے یہاں رہنا ہے تو خدا کے لئے ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جو نہ صرف ہماری دنیا بلکہ ہماری عاقبت و آخرت بھی تباہ و برباد کر دے۔میں سختی کے ساتھ اس کو مسترد کرتا ہوں جو حکومت کرنے جا

رہی ہے اور ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔ ہم رمضان المبارک کے بعد وہاں پر دھرنا دیں گے، وہاں بیٹھیں گے، ان کو روکیں گے، ان کے ہاتھ روکیں گے اور اگر وہاں پر ہمیں اپنی جان بھی دینا پڑی تو ہم دیں گے۔ میں یہ بات زبانی نہیں کر رہا بلکہ وہاں پر عمل کر کے دکھاؤں گا۔ جو وہاں اس بلڈنگ کو dismantle کرنے آئے گا اور جو وہاں پر کمرشل activity کے نام پر اپنے منظور نظر کارندوں کو اربوں روپے کی پراپرٹی دینے کے لالچ میں اس منصوبے کو ختم کرنے کی بات کر رہا ہے اس کے خلاف ہماری کھلی جنگ ہوگی۔ یہ ہم نہیں ہونے دیں گے اور کسی صورت نہیں ہونے دیں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ وزیر خزانہ کو جیسے میں نے پہلے کہا کہ اگر یہ صرف اورنج لائن ٹرین کا آدھ فیصد یعنی 200۔ارب روپے میں سے ایک ارب روپے نکال لیں تو باب پاکستان کی وہ شاندار تاریخی اور قومی اہمیت کی حامل بلڈنگ مکمل ہو سکتی ہے تو خدارا اس کی کوئی provision نکالیں۔ مسلم لیگ پاکستان کی خالق جماعت، پاکستان کے شہیدوں کی یادگار، یہ چیز اگر حکومت ابھی نہیں کر سکتی۔

جناب سپیکر! میں بجٹ میں یہ aspect کروں گا کہ وزیر خزانہ اس کا اعلان کریں گی اور اس ملک کے ان شہیدوں کی اور ان کی ارواح کی دعائیں لیں گی اور اگر حکمرانوں کو یہ نصیب نہ ہوا تو پھر پی ٹی آئی اس یادگار کو مکمل کرے گی اور ہم چندہ لے کر اسے مکمل کریں گے۔

جناب سپیکر! انرجی سیکٹر، کتنی باتیں کرتے ہیں اور کتنی اہمیت ہے انرجی کے لئے۔

تم دیئے بجھاتے رہو ہم دیئے جلاتے رہیں گے

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ بھی یہ ضرور پڑھتے ہیں اور ہر جگہ باتیں ہوتی ہیں۔ یعنی انرجی، انرجی اور آپ اندازہ کریں کہ پچھلے تین سالوں میں یہ چھ ماہ سے دو سال پر آ گئے اور اب تیسرا سال گزر گیا، "پکھیاں جھلن وزیر اعلیٰ جاکے مینار پاکستان سب کو لے کر"۔ آج تین سال ہو گئے ہیں بھئی! کدھر ہیں میاں محمد شہباز شریف؟ آپ تو بڑے efficient تھے، آپ تو ہر منصوبے میں تھے، آپ نے تو مرکزی وزیر بجلی و پانی کو بھی مات کر دیا تھا۔ کبھی آپ چائنا جا رہے ہیں، کبھی ترکی جا رہے ہیں اور انرجی کے منصوبے ہیں۔ یہاں coal سے منصوبہ بن رہا ہے، یہ سولر سے منصوبہ بن رہا ہے۔ یہ قائد اعظم سولر پارک بن گیا ہے۔ حالت یہ ہے جیسے میں نے شروع میں کہا کہ 31۔ارب روپے پچھلی دفعہ رکھا گیا تھا جس میں سے 11۔ارب روپے خرچ ہوا ہے یعنی 30 فیصد خرچ ہوا ہے۔ یہ ان کی priorities ہیں، لوگ عذاب جھیل رہے ہیں، لوگ دوزخ کے اندر جی رہے ہیں۔ اس گرمی میں رمضان المبارک

کے اندر غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ سے لوگ تڑپ رہے ہیں۔ حکمرانوں کی حالت دیکھیں، ان کے دعوئے سنیں، ان کی باتیں سنیں ان کے قول وفعل دیکھیں کہ 31۔ارب روپیہ رکھا گیا تھا اور 11۔ارب روپیہ خرچ کیا گیا اور یہ قائداعظم سولر پارک کا محترمہ وزیر خزانہ نے بجٹ بک میں ذکر کیا کہ ہم قائداعظم سولر پارک سے یہ کر رہے ہیں اور وہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں توجہ چاہتا ہوں محترمہ وزیر خزانہ کی وفاقی حکومت ہو یا صوبائی ہماری قیادت عوام کو لوڈشیڈنگ سے نجات دلانے کے لئے شب وروز کوشاں ہیں یعنی کرتوت نظر آگئے کہ 31۔ارب روپیہ رکھا ہوا ہے اور 11۔ارب روپیہ خرچ ہوا شب وروز کوشاں ہیں یعنی جو بجٹ رکھا ہوا ہے وہ بھی استعمال نہیں ہوا۔ آگے کیا ہے؟ حکومت نے کوئلے، گیس، شمسی توانائی اور پن بجلی کے منصوبوں پر بیک وقت کام کا آغاز کیا ہے ہمارے لئے یہ امر باعث افتخار ہے کہ حکومت پنجاب نے شمسی توانائی کے ذریعے بجلی پیدا کرنے والے پاکستان کی تاریخ کے پہلے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ قائداعظم سولر پارک میں قائم کئے جانے والے 100 میگاواٹ کے اس پاور پلانٹ سے جولائی 2015 سے ملکی سسٹم میں بجلی شامل ہو رہی ہے۔ اتنا بڑا جھوٹ یعنی ایک طرف کہہ رہی ہیں قائداعظم سولر پارک نے 100 میگاواٹ بجلی نیشنل گرڈ میں شامل کر دی ہے اور دوسری طرف یہ ہے کہ ضمنی بجٹ میں قائداعظم سولر پارک کو privatize کرنے کے لئے privatize commission کے لئے 10 کروڑ 75 لاکھ روپے کا بجٹ رکھا ہوا ہے شرم کی بات ہے یعنی آپ کی حکومت کریڈٹ یہ لے رہی ہیں کہ قائداعظم سولر پارک سے 100 میگاواٹ ہم نے بجلی بنا دی ہے اب اُس سے جان چھوڑانا چاہ رہی ہیں کیوں؟

جناب سپیکر! 10 کروڑ 75 لاکھ روپیہ یہ میں نہیں کہہ رہا یہ بجٹ کی کتابیں کہہ رہی ہیں کہ آپ نے privatize commission کے لئے یہ پیسے رکھے ہیں کہ ساڈی جان ادھے کولوں چھوڑاو ہم ادھر پھنس گئے ہیں۔ اس کو privatize کرو، کسی کمپنی کو دے دو، جب یہ سوچ ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ لوڈشیڈنگ کے لئے ہمارے حکمران کتنے serious ہیں اور میں آپ سے عرض کروں جو باتیں انہوں نے کیں نندی پور کا حال آپ کے سامنے ہے پچھلے سال نندی پور میں ہم اپوزیشن کے پندرہ بیس معزز ایم پی ایز وہاں پر گئے ہم نے اُدھر دھرنا بھی دیا تھا کہ نندی پور پاور پراجیکٹ کی اربوں روپے کاسٹ بڑھ گئی جہاں پر furnace oil کی جگہ ڈیزل ڈال کر اُس کو چلایا اُس کا بھٹہ بیٹھ گیا وزیراعظم صاحب جا کر inauguration کرتے ہیں اُس inauguration function کے اوپر اڑھائی کروڑ روپیہ خرچ

کرتے ہیں۔ اُس کے بعد چھ آٹھ ماہ تک وہ منصوبہ dump ہو جاتا ہے اور ابھی بھی نہیں پتا کہ اُس منصوبے کا کیا بنا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انرجی کے بارے میں حکمرانوں کے جتنے دعوے ہیں وہ گا، گے، گی، ہو جائے گا، ہو رہا ہے، ہو جائے گی، ہو گیا، یہ گا، گے، گی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگر practically کہیں پاور جنریشن ہوئی ہوتی، اگر عملی طور پر بجلی پیدا ہوئی ہوتی، اگر عملی طور پر بجلی نیشنل گرڈ کے اندر آئی ہوتی تو کیا لوڈ شیڈنگ میں فرق نہ پڑتا؟ اب اصل بات کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ان کا نیشنل گرڈ کا جو transmission system ہے 15 ہزار میگاواٹ سے زیادہ اس کے اندر capacity نہیں ہے، یہ لوڈ نہیں سہار سکتا ہے آپ دو تین سو میگاواٹ بجلی پیدا بھی کر لیں۔ آپ کے گرڈ بھٹک بھٹک اُڑیں گے، آپ کے ٹرانسفارمر اُڑیں گے۔ بجلی کے expert کو انرجی کے expert کو لے آئیں میرا چیلنج ہے میں یہاں ایوان میں کھڑا ہو کر کہہ رہا ہوں کہ جب تک national transmission کی capacity کو enhance نہیں کیا جاتا، اُس کی capacity کو آپ نہیں بڑھاتے، نئی لائنیں نہیں ڈالتے، نئی سروسز نہیں دیتے اور نئے گرڈ نہیں بناتے۔ آپ بجلی پیدا بھی کر لیں ابھی تو گا، گے، گی ہے اور اگر کل کو پیدا بھی ہو گی تو یہ عوام کے کسی کام کی نہیں ہے اُس کام پر آپ کو توجہ دینا چاہئے اور یہ جو سستے نعرے ہیں ان سے ہٹ کر سنجیدگی کے ساتھ آپ کو کم از کم اتنا کام تو کر لینا چاہئے کہ لوگوں کو گرمیوں میں relief temporarily مل جائے اگر بجلی رمضان المبارک میں نہیں مل رہی تو باقی تو بعد کی باتیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں یہ مجرمانہ غفلت ہے 31-ارب روپے رکھے گئے جن میں سے صرف 11-ارب روپیہ خرچ کیا گیا 20-ارب روپے کدھر گئے ہوں گے؟ یہ 20-ارب روپیہ دوبارہ "کھٹی گڈی" میں گیا ہو گا۔ اب میں تھوڑی سی بات لوکل گورنمنٹ کی کروں گا۔

جناب سپیکر! اس صوبے کے اندر لوکل گورنمنٹ کے انتخابات ہوئے آج آٹھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے ابھی تک یہ ہاؤس مکمل نہیں ہوئے، سپیشل سیٹوں پر انتخابات نہیں ہوئے۔ چیئرمین، وائس چیئرمین، میئر ان کا ابھی تک چناؤ نہیں ہوا یہ process complete کیوں نہیں ہوا؟ میں یہ سمجھتا ہوں یہ اُن ہزاروں منتخب نمائندوں کی توہین ہے جنہیں لوگوں نے ووٹ دے کر پچھلے دس ماہ سے elect کیا ہے۔ میں پھر یہ کہوں گا، مجھے کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ وہ 60,70 فیصد حکمران جماعت سے تعلق رکھتے ہیں وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے ہاؤس مکمل نہیں کیا، اُن کو

empowerکرنا تو دور کی بات ہے اُن کو فنڈز کی فراہمی تو اگلی بات ہے لیکن ہاؤس ہی مکمل نہیں ہوا اس میں حکومت سنجیدہ نہیں ہے چھوٹے موٹے جو سٹے آرڈر ہیں جو وزیر قانون کی موچھ کے ایک اشارے سے ہٹائے جا سکتے ہیں اس میں وہ سنجیدگی نہیں دکھا رہے کہ جناب یہ سٹے آرڈر ختم کر کے یہ لوکل گورنمنٹ کے جو ادارے ہیں اُن کو آپ مکمل کریں۔ایک honourableطریقے سے، یہ جو thirdtier of governmentہے مقامی حکومتیں آپ نے پہلے ان کا خون کیا ہوا ہے۔Constitutionکی دفعہ 140(A)کے تحت ایک انتہائی پاور فل جو مقامی ادارے ہیں وہ آئین کی ضرورت ہیں جن کے پاس financialاور administrative powerہو وہ تو آپ نے کاٹ کوٹ کر لولے لنگڑے پہلے کر دیئے اور آپ ایسا کر سکتے تھے۔آپ کے پاس ہاؤس کے اندر یہاں پر عددی اکثریت ہے آپ نے بالکل بھی نہیں سوچا کہ constitutionکی true spiritکے مطابق ہم یہ لوکل گورنمنٹ کا ایکٹ پاس کریں اور ان کو empowerکریں۔آپ کا مائنڈ سیٹ تو یہ ہے کہ آپ اپنے اختیارات تو ایم پی ایز کو دینے کو تیار نہیں ہیں، آپ اپنے اختیارات تو وزیروں کو دینے کو تیار نہیں ہیں، آپ تو اکیلے ہیں، آپ کو تن تنہا حکمرانی کرنے کا چسکا پڑا ہوا ہے، آپ اپنے ممبران کے اوپر اعتبار نہیں کرتے کجا یہ کہ آپ لوکل گورنمنٹ کو اختیارات دے دیں۔یہ آپ کا جو مائنڈ سیٹ تھا۔وہ آپ نے کر دیا لیکن جو لولے لنگڑے ادارے بنائے ہیں اب ان کے ہاؤس کو مکمل کر دیں۔انہوں نے بھلا یہ کیوں مکمل نہیں کئے؟ اگر یہ چار ماہ پہلے مکمل ہو جاتے، کونسلیں بن جاتیں، ٹاؤن اور یونین کونسلوں میں چیئرمین آ جاتے، شہروں میں میئر آ جاتے تو پھر ان کے لئے فنڈز چاہئیں تھے وہ فنڈز کدھر چلے گئے؟

معزز ممبران حزب اختلاف: جناب سپیکر! اورنج لائن ٹرین کے لئے چلے گئے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! وہ فنڈز پھر کھٹی گڈی میں چلے گئے۔یہ ادارے deliberatelyاس لئے مکمل نہیں کئے گئے کہ جب یہ ہاؤس مکمل ہو جاتے تو ان اداروں کے چیئرمینوں کے لئے دفاتر چاہئیں تھے، ان کو روزمرہ کے چھوٹے موٹے ڈویلپمنٹ کے کاموں کے لئے فنڈز چاہئیں تھے اور اربوں روپے کے فنڈز لوکل گورنمنٹ کی مد میں رکھے ہوئے تھے deliberately delaying tacticsاستعمال کئے گئے تاکہ جون جولائی تک یہ ادارے مکمل نہ ہو سکیں۔جب ادارے ہی مکمل نہیں ہوں گے تو یہ فنڈز وغیرہ کی بات تو بعد میں آتی ہے اس لئے یہ سارے فنڈز پھر دوبارہ اورنج لائن ٹرین کو منتقل ہو گئے۔اب کیا ہو رہا ہے؟ اب یہ ہو رہا ہے کہ 25,25 کروڑ روپیہ جو مقامی حکومتوں کا ہے جو آئینی طور پر ان کا حق ہے۔کہیں نالی کا کام ہے، کہیں سڑک کا کام ہے، کہیں گٹر کا کام ہے، کہیں

قبرستان کی چاردیواری ہے اور کہیں سکولوں کی چاردیواریاں ہیں۔ ان اداروں کو محروم کرکے اب یہ 25,25 کروڑ روپے کے لیٹر ایم پی ایز کو جارہے ہیں۔ میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا اگر آپ چاہیں گی تو میں آپ کو لیٹر کی کاپی دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: ان کو تو بعد میں دینا آپ پہلے مجھے تو دکھائیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! آپ کو بھی دکھاتا ہوں۔ یہ فنڈز حکومتی بنچوں کے ایم پی ایز کو دیئے جارہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صریحاً غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی activity ہے۔ This is immoral اس کا کوئی قانونی اور اخلاقی جواز نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ اپوزیشن کے لوگ بھی عوام سے ووٹ لے کر جیتے ہیں، یہ بھی elected نمائندے ہیں، یہ اس معزز ایوان کے ماتھے کا جھومر ہیں جو عوام کے حقوق کی بات کرتے ہیں، جو عوام کے مسائل کی بات کرتے ہیں، جو عوام کے دکھوں کی بات کرتے ہیں، جو حکمرانوں کی غلط کاریوں کو، ان کی irregularities کو، ان کی منفی سوچ کو، ان کے غیر جمہوری رویّوں اور ہتھکنڈوں کو expose کرتے ہیں۔ یہ اس ایوان کے ماتھے کا جھومر ہیں اور آپ ان کا حق مار کر باقی لوگوں کو 25,25 کروڑ روپے دیں، یہ ہم نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اس کے اوپر آخری حد تک جائیں گے۔

جناب سپیکر: کیا بات کررہے ہیں؟ کسی کو نہیں دیئے ایسی کوئی بات نہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! ایوان کے اندر بھی، ایوان کے باہر بھی آخری حد تک جائیں گے۔ یہ ہمارے منتخب نمائندوں کے مینڈیٹ کی توہین ہے۔ ہم ووٹ لے کر آئے ہیں ہم سے ہارے ہوئے وہ لوگ جنہیں عوام نے مسترد کردیا ہے آپ انہیں پنجاب کے بجٹ سے، پنجاب کے خزانے سے کروڑوں روپے دیں اور وہاں یہ منتخب نمائندے ان کی شکلیں دیکھیں یہ نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر پنجاب کے تیس چالیس حلقوں کے اندر گلی گلی میں لڑائی ہوگی۔ ہم وہاں وہ کام نہیں ہونے دیں گے۔ اگر ہمارے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوگا تو پھر ہارے ہوئے۔۔۔

جناب سپیکر: کسی کی ذات کو کوئی پیسا نہیں دیا جاتا۔ آپ یہ کیا بات کررہے ہیں؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! میں آپ کو لیٹر بھجوا رہا ہوں۔ میں لوکل گورنمنٹ اور ڈویلپمنٹ کے حوالے سے بات کررہا تھا۔ میں وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ جو پنجاب کا

ڈویلپمنٹ بجٹ ہے For God sack, it is not a joke کہ آپ یہاں اپوزیشن کے معزز ممبران کو دیواروں کے ساتھ لگادیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! خیبر پختونخوا کے اندر آپ کے ایم پی ایز کو فنڈز مل رہے ہیں۔آپ ابھی اٹھیں اور انہیں فون کریں کہ کیا ان کو فنڈز نہیں مل رہے ہیں، سندھ کے اندر کیا فنڈز نہیں مل رہے ہیں؟ کیا یہ یتیموں کا صوبہ ہے، یہاں کیوں فنڈز نہیں مل رہے ہیں؟ یہ بھکاریوں کا صوبہ ہے، یہ immoral practice کیوں ہے اور یہ غیر آئینی پریکٹس کیوں ہے؟ محترمہ وزیر خزانہ! میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اس انتہائی burning issue پر وزیر اعلیٰ پنجاب سے exclusive time لے کر بات کریں گی۔تین سال پہلے یہاں کھڑے ہو کر قائد ایوان نے پہلے دن مجھے مخاطب کرتے ہوئے بات کی تھی کہ ہم اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر فیصلہ سازی میں شریک کریں گے اور ان کے ساتھ مساوی سلوک بھی کریں گے۔آج کہاں گیا ان کا وعدہ؟

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے
"جھوٹ، جھوٹ" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! آپ نے اگر ایم پی ایز کو کوئی ڈویلپمنٹ کی سکیمیں دینی ہیں، ان کی priorities لینی ہیں، ان کی choice پوچھنی ہے تو پھر across the board آپ کو تمام elected لوگوں سے یہ proposals, priorities اور منصوبے لینے چاہئیں صرف حکومتی بنچوں کے ایم پی ایز کے ہی نہیں لینے چاہئیں۔یہ آپ وزیر اعلیٰ پنجاب سے بات کریں۔

جناب سپیکر: آپ خود بات کر لیا کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ہم نے تو یہاں کئی دفعہ بات کی ہے، میں آج بھی بات کر رہا ہوں لیکن ہم نے کوئی بھیک نہیں مانگنی This is our constitutional right یہ ہمارا آئینی اور اخلاقی حق ہے کہ جب آپ دوسرے صوبوں میں لے رہے ہیں تو اس صوبے میں کیوں نہیں دیتے؟ "بڑا وڈا دل اے شہباز شریف دا، اودا چڑی تو وی چھوٹا دل اے" آپ کے تین چار سو ممبران ہیں اور ہمارے تیس پینتیس ممبران ہیں آپ ان کے حق پر ڈاکا ڈالیں، ان کو دیوار کے ساتھ لگا دیں، ان کو پوچھیں بھی نہ اور ان کو ڈویلپمنٹ بھی نہ دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے
"شیم، شیم" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! چلیں ہمیں نہ دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن جو ہم سے ہارے ہوئے لوگ ہیں ان کو کیوں دے رہے ہیں؟ اگر آپ نے یہ پریکٹس جاری رکھی تو میں آپ کو بتارہا ہوں کہ پھر ہم لوگ نہیں چھوڑیں گے، جو ترقیاتی کام کے نام پر آئے گا ہم اپنے محلے اور گلیوں میں ان کو لٹائیں گے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے
"بادشاہت ختم کرو" کی نعرے بازی)

جناب سپیکر! آج کل جو رمضان بازاروں اور سستے بازاروں کا تماشا ہو رہا ہے وہاں پر ڈی سی او، ٹی ایم اوز، مقامی ایم پی اے، ایم این اے اور حکومتوں کے چمچوں کڑچھوں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ آدھا بجٹ تو اس پر لگا دیا ہے۔ آپ کسی بازار میں چلے جائیں وہاں ناقص مٹیریل ہے اور تمام چمچوں کڑچھوں کو نوازنے کے لئے انہیں بازاروں کا سرپرست بنا دیا ہے۔ آپ جا کر دیکھیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے کوئی پوچھنے والا ہے؟ وہاں پر کس قانون کے تحت لوکل گورنمنٹ کروڑوں روپے کے فنڈز رمضان بازار کے اندر ان مذموم تصویروں پر لگا رہی ہے، ان کے پاس کوئی جواب ہے، کوئی پوچھنے والا ہے کہ رمضان بازار کے اندر یہ جو آپ کے چیلے چانٹے ہیں ان کی سینکڑوں کی تعداد میں قد آور تصویریں کیا کر رہی ہیں؟ یہ لمحہ فکریہ ہے، یہ قابل افسوس بات ہے اور یہ پیسوں کا زیاں ہے۔ جس نے کرنا ہے اپنی جیب سے کرے۔ ٹی ایم او کون ہوتا ہے، ڈی سی او کون ہے کہ وہ سرکاری پیسے مسلم لیگ (ن) کے کارکنوں کی تصویروں پر لگا دے۔ جس طرح رمضان بازار کی تزئین و آرائش ہے کہ ٹینٹ لگے ہوئے ہیں، قمقمیں جل رہے ہیں، غبن ہے، سٹاف ہے اور ہٹو بچو کی صدائیں ہیں۔ وہاں پر اس طرح کا تماشا ہے کہ جو رمضان بازار کا اصل essence تھا، جو اصل spirit تھی وہ تو پیچھے رہے گی اور نمود و نمائش، ڈرامے بازی، اپنا نام اور اس کی تشہیر آگے آ گئی۔ اس سارے ڈرامے بازی کو چیک کرنا چاہئے یہ کسی صورت مناسب نہیں ہے کہ آپ سرکاری وسائل کو اس طرح سے ضائع کریں۔

جناب سپیکر! اب میں احتساب کی طرف آتا ہوں۔ احتساب کے نام پر آج پنجاب کے اندر اس حکومت کا نواں سال ہے۔ سارے ایم پی ایز اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں یا اپنے آپ سے پوچھیں کہ ان نو سالوں میں ہر محکمے کی کرپشن کم ہوئی ہے یا بڑھی ہے؟ روزے ہیں آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر پوچھ لیں، اپنے آپ سے یہ سارے پوچھ لیں---

جناب سپیکر: جی، میں ابھی پوچھ کر بتاؤں؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! جی، آپ پوچھ کر بتائیں۔ یہ کرپشن بڑھی ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ ابھی بتائیں گے آپ تھوڑی دیر ٹھہریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ پچھلے دنوں فافن کی رپورٹ آئی ہے جس میں فافن نے چاروں صوبوں کے اندر ہزاروں گھرانوں اور ہزاروں افراد کا سروے کرنے کے بعد ایک analysis report جاری کی جس میں انہوں نے کہا کہ صوبہ پنجاب first آ گیا ہے۔ بھائی! پنجاب کس میں first آ گیا ہے؟ پنجاب رشوت لینے اور رشوت ستانی میں نمبر 1 ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی جانب سے
"شیم شیم" کی آوازیں)

جناب سپیکر! اب آپ اندازہ کریں کہ uninterrupted حکومت پچھلے آٹھ سال سے سیاہ اور سفید کے مالک میاں شہباز شریف اور ان کی کابینہ ہے اور یہ خوف ناک رپورٹ کہ پنجاب رشوت ستانی میں نمبر 1 پر ہے۔ یہ ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم احتساب کے نعرے لگاتے ہیں، ہم کرپشن فری معاشرے کی بات کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ہم نے باقی سارے محکموں کے اندر سے کرپشن ختم کر دی لیکن یہ رپورٹ آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ میرے پاس پانچ چھ محکمے ہیں اور اگر آپ اجازت دیں تو جاری رکھوں لیکن کہیں تو اسے wind up کر دوں؟

معزز ممبران حزب اختلاف: آپ چلتے رہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اب میں لائیو سٹاک پر آتا ہوں۔ لائیو سٹاک ایک ایسا محکمہ ہے کہ جس پر جو بجٹ رکھا گیا تھا اس کا 50 فیصد خرچ ہوا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت پورے پنجاب کے اندر اگر یہ برائلر مرغی بھی نہ ہوتی تو شاید بکرے کا گوشت پانچ ہزار روپے کلو ہوتا۔ اس وقت بھی بکرے کا گوشت ایک عام آدمی یعنی پاکستان کے 80 فیصد عوام کو شاید عید پر نصیب ہوتا ہے۔ ان کے نصیبوں میں عام دنوں کے اندر بکرے کا گوشت نہیں ہے۔ 850 روپے فی کلو بکرے کا گوشت بک رہا ہے۔ پچھلے دنوں یہاں پر قانون سازی ہوئی کہ مادہ جانوروں کو ذبح نہیں کیا جائے گا۔ اس قانون پر کوئی عمل نہیں ہو رہا۔ اس شہر لاہور کے اندر ہزاروں گھوڑے اور گدھے بلکہ ہر بڑے شہر میں تھے، کبھی آپ نے سوچا ہے کہ چنگ چی آنے سے پہلے یہاں پر کتنے گھوڑے اور گدھے گاڑیاں ہوتی تھیں؟ اب چنگ چی آ گئی ہے تو وہ گھوڑے اور گدھے کدھر گئے ہیں وہ زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے؟ وہ لاکھوں گھوڑے اور گدھے پنجاب کے عوام کے ذمے ہیں اور ان کے نصیبوں میں لکھے تھے۔ آج خالص دودھ نام کی کوئی چیز اس پنجاب کے اندر available نہیں ہے۔ یہاں سب tetra pack

ہے اور اس پر آپ رپورٹ پڑھیں تو وہ اتنی خوفناک ہے، خشک دودھ گھول کر tetra pack میں لوگوں کو تقسیم کر رہے ہیں، یہ کھلا دودھ ہے، یہ زہر ملا دودھ ہے جو پنجاب کے معصوم بچے پینے پر مجبور ہیں۔ یہ لائیوسٹاک کی بات کرتے ہیں اور وزیراعلیٰ بھی بات کرتے ہیں پچھلے آٹھ نو سالوں کے اندر کوئی اس طرح کی خاطر خواہ improvement اس شعبے کے اندر نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم اور کچھ نہیں تو پنجاب کے جو معصوم بچے ہیں ان تک خالص دودھ کی فراہمی کے لئے کیا حکومت کے پاس کوئی منصوبہ ہے جواب آئے گا یا نہیں؟ جتنے بھی ان کے بڑے ڈپو تھے سب کو privatize کیا جا رہا ہے اور وہ ٹھیکے پر دیئے جا رہے ہیں۔ آپ نے گوشت import پر پابندی لگائی لیکن گوشت کی export پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہمارا 80 فیصد چھوٹا جانور export ہو رہا ہے، وہ مڈل ایسٹ جا رہا ہے، وہ سعودیہ جا رہا ہے، کوئی پوچھنے اور بتانے والا نہیں ہے۔ جو اس کو export کر رہے ہیں وہ اربوں روپے کما رہے ہیں۔ یہاں پر پنجاب کے عام آدمی کو مہینے میں ایک دفعہ بکرے کا گوشت نصیب نہیں ہے لیکن حکومت کے پاس کوئی پالیسی نہیں ہے۔ یہی حال دودھ کا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو priority basis پر اس شعبے کے لئے بجٹ بھی رکھنا چاہئے اور اس پر توجہ بھی دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں اور جیسے میں نے شروع میں کہا کہ بجٹ تو وزیر خزانہ نے بہت اعلیٰ انداز سے پیش کیا لیکن جب اس پر آئندہ سال عمل ہو گا تو پھر یہ کریڈٹ اور شاباش کی مستحق ہوں گی۔ اس طرح نہیں جیسے میں نے ان کی پچھلی بجٹ تقریر کے اندر جو ٹارگٹس تھے اس میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اور اب ان ٹارگٹس کا اس بجٹ کی تقریر کے اندر کوئی ذکر بھی نہیں ہے۔ ہم growth rate اتنا کر دیں گے، ہم اتنے روزگار فراہم کریں گے، ہم export کو اتنا بڑھا دیں گے، ہم انوسٹمنٹ کو ڈبل کر دیں گے۔ یہ سارے ان کے ٹارگٹس تھے جو یہ پچھلی تقریر میں تھے اس دفعہ غائب ہیں۔ یہ کالم میں نہیں ہیں اور یہ priorities ہیں ہی نہیں، اگر تو یہ ہونا ہے کہ آپ نے re-appropriation کے نام پر سارے بجٹ کا حلیہ ہی بدل دینا ہے جو ہمیشہ ماضی میں ہوتا رہا ہے، خدارا آپ نے ضمنی بجٹ کو practice بنا لیا ہے۔ یہ قانون کے اندر provision ضرور ہے لیکن یہ اس لئے ہے کہ آپ کو استثنیٰ ہو کہ کہیں بامر مجبوری کچھ فنڈز ادھر ادھر کرنے پڑیں تو آپ اس کو re-adjust کر لیں لیکن re-appropriation کے نام پر آپ پورے بجٹ کا حلیہ بگاڑ دیں، پورے بجٹ کو ادھر سے ادھر کر دیں اور اس کو ضمنی بجٹ میں لا کر پاس کروا لیں یہ practice محترمہ وزیر خزانہ ختم ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ آپ کے صوبے کے حالات کبھی بہتر نہیں ہو سکتے جب تک آپChief Executive financial disciplineمیں سے لے کر کیبنٹ، ایم این ایز، ایم پی ایز، سیکرٹری بیوروکریٹس، کمشنر اور ڈی سی او خود مثال نہیں بنتے، آپ نے ایک کمیٹی سادگی اور کفایت شعاری کے لئے بنائی ہوئی ہے لیکن اس کا کیا فائدہ؟ میں نے پہلے مثال دی ہے کہ آپ نے 5-ارب روپے کا ٹھیکہ تو ایس اینڈ جی اے ڈی میں لگا دیا اس میں 27-ارب روپے ٹینڈرز تھے اور آپ نے 32-ارب روپے سے زیادہ خرچ کر دیئے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ بھائی! 50 کروڑ روپے کا فرق ہو سکتا تھا لیکن آپ نے جو فنڈز رکھے ہوئے تھے اس سے زائد بیوروکریسی نے خرچ کروالیا اور آپ نے کر دیا اس لئے financial disciplineکو قائم کئے بغیر صوبے کی حالت کسی صورت بہتر نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں آپ سے عرض کروں گا کہ جب تک آپ کے ادارے وہ کام نہیں کرتے، آپ جتنا مرضی اچھا بجٹ دے لیں، بڑی خوبصورت تقریر کر لیں، بڑی اچھی planningکر لیں، بیوروکریسی بھی ایک institution تھا لیکن بد قسمتی سے یہ پچھلے 20اور 25 سال سے روبہ انحطاط ہے، یہ institutionتباہ و برباد ہو گیا ہے اور کیوں تباہ و برباد ہوا ہے؟ اس لئے کہ جب بیوروکریسی کو یہ پتا ہو گا، گریڈ 18 کا افسر گریڈ 20 پر لگ گیا ہے اور وزیراعلیٰ کی وجہ سے لگ گیا ہے، یہ انہیں بڑا پسند آگیا ہے، 19 اور 20 گریڈ کے افسر وہیں بیٹھے ہیں اسی ڈیپارٹمنٹ کے اندر ہیں اور humiliate ہو رہے ہیں۔ آپ گریڈ 18 کے لوگوں کو 20 اور 21 کی پوسٹوں پر لگا دیں گے تو پھر بیوروکریسی تباہ و برباد ہو گی۔ جب بیوروکریسی آئین و قانون، جمہوریت، Constitution, Rule of Lawاور روایات کی طرف نہیں دیکھے گی، حکمرانوں کی ابرو کے اشارہ کی طرف دیکھے گی تو یہی حال ہو گا جو ہو گیا ہے۔ صوبے کے اندر سارا سسٹم collapseہو گیا ہے، تباہ و برباد ہو گیا ہے، کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔ آپ کسی دفتر میں چلے جائیں، کسی سیکرٹری کے پاس چلے جائیں، کسی autonomous bodyمیں چلے جائیں آپ کو یہی حال ہی نظر آئے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ انحطاط کیوں ہے؟ یہ انحطاط اس لئے ہے کہ اداروں کی مضبوطی پر ہماری کوئی توجہ نہیں ہے۔ ہم سارا کام pick and chooseکی بنیاد پر کر رہے ہیں، personalپسند ناپسند کے مطابق جب آپ سارا کچھ کریں گے تو پھر یہی ہو گا جو ہو رہا ہے۔ جب تک اختیارات کی مرکزیت ختم نہیں ہوتی، جب تک ان اختیارات کو decentralizeنہیں کیا جاتا، جب

تک ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ ادارے اس وقت مضبوط ہوں گے جبempowerہوں گے۔جب ان کے پاس اختیارات ہوں گے ،جب وہ فیصلے کرنے میں آزاد ہوں گے اور جب وہ خود targetsمقرر کریں گے توachieveبھی کریں گے اور اس سے بہتری بھی آسکتی ہے۔جب ایک شخص خود ہی ہر فن مولا بنے اور یہ کہے کہ جو میں کہتا ہوں، میری انگلی کے اشارے سے وہ کام ہو جانا چاہئے۔ اس میں ادارے ہیں،اس میں اختیارات کی نچلی سطح پر تقسیم ہے اور اس میں نہ ہی کوئی آپ کو ٹیم ورک نظر آئے گا۔

جناب سپیکر!معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہاں پر میرے کچھ وزراء بھائی بیٹھے ہوئے ہیں،خدا کی قسم کبھی وزراء کی یہ حالت نہیں دیکھی تھی جو آج ہے۔وزیر اپنے محکمے کا وزیر ہوتا تھا،جناب ارشد خان لودھی بیٹھے ہوئے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ہم نے وہ دور بھی دیکھا ہوا ہے ہم بھی ایم پی اے تھے،1988کی اسمبلی میں بھی تھے،1990کی اسمبلی میں بھی تھے لیکن اب کسی منسٹر کے پاس پاورز ہی نہیں ہیں۔جب وزیر بھی سرکاری گاڑی لے کر خوش ہے کہ بس بھائی اپنی عزت بچاؤ "اسے وچ ای ٹھیک اے"جب ڈی سی او اور محکمہ کا سیکرٹری ہاٹ لائن پرdirectوزیر اعلیٰ کے ساتھ رابطے میں ہے۔ڈی سی او اور کمشنر رات کو حمزہ صاحب کو رپورٹ کرتا ہے،پھر وہ صبح کو چیف منسٹر کو رپورٹ کرتا ہے۔اس کو کیا پرواہ ہے کہ میاں صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے معزز ممبران کی طرف سے
"شیم،شیم"کی نعرے بازی)

جناب سپیکر!اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کو اپنے اختیارات decentralize کرنے چاہئیں،اپنی کیبنٹ کو با اختیار بنانا چاہئے،اداروں کو مظبوط کرنا چاہئے،اس کے ساتھ ہی financial disciplineنافذ کرنا چاہئے پھر ہی صوبے کے اندر بہتری آسکتی ہے۔

جناب سپیکر!آخر میں،میں یہ کہوں گا کہ بقول شاعر:

قافلے گزریں وہاں کیونکہ سلامت واعظ
ہو جہاں راہزن و راہنما ایک ہی شخص

وماعلیناالاالبلاغo

جناب سپیکر: شکریہ۔رانا محمد ارشد!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد):
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
ایاک نعبد وایاک نستعین۔
جناب سپیکر! جنہوں نے عوام کا کچھ کرنا نہیں اور خلق خدا کے لئے پریشانیاں پیدا کرنے کا انٹرنیشنل ٹھیکہ لیا ہوا ہے وہ دائیں بائیں طبلے تو بجاتے ہیں مگر عوام کی بات کرنے کی ان کو توفیق نہیں ہوتی۔ الحمد للہ پاکستان کی تاریخ میں اتنا اچھا بجٹ جس کا حجم 1681۔ارب 91کروڑ کا ہے پیش کیا گیا ہے۔ آج تک پاکستان کی ہسٹری میں اتنے بڑے حجم کا بجٹ کبھی پنجاب کا تھا اور نہ ہی کسی اور صوبے کا تھا۔ یہ وژن میرے قائد میاں محمد نواز شریف کا ہے، میاں محمد شہباز شریف کا ہے کہ الحمد للہ خادم اعلیٰ پنجاب نے پانچ مہینے کی دن رات کی struggle کرنے کے بعد یہ بجٹ بنایا ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ یہاں پر pre budget session بھی ہوتا ہے، اس وقت میرے ان بھائیوں کو توفیق نہیں ہوئی تھی کہ یہ وہاں پر عوام کے لئے کوئی proposal دیتے، عوام کے لئے کوئی تجویز دیتے لیکن طبلہ بجانا ہی ان کے نصیب میں لکھا ہوا ہے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! یہ الحمد للہ، الحمد للہ ہی کہتے رہیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! جب پنجاب کی دس کروڑ عوام کے لئے بجٹ پیش کیا جا رہا تھا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ محترمہ! ہر بات کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ طبلے بجاتے رہے، جب بسم اللہ کا لفظ شروع ہوا تو ان کے پیٹ میں درد ہونا شروع ہو گیا اور آخر تک وہ طبلے بجاتے رہے۔ اتنی غیر سنجیدہ اپوزیشن آج تک پاکستان کی ہسٹری میں نہیں تھی، جن کو عوامی فلاح و بہبود کا بجٹ بھی سننا نصیب نہ ہوا۔ پنجاب کا بجٹ ایک فلاحی بجٹ ہے ہماری اس میں priority ایجوکیشن، ہیلتھ، امن عامہ اور اس کے علاوہ مفاد عامہ کے دوسرے منصوبے شامل ہیں۔ پنجاب کے عوام کی ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ تبدیلی کی ہے۔ اگر آپ ہیلتھ کے شعبہ کو دیکھیں گے تو اس میں 260۔ارب 62کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ یہ تبدیلی ہے کہ اس میں 63 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ ½5۔ارب روپے کا اضافہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں، تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں اور بیسک ہیلتھ سنٹرز کے

لئے کیا گیا ہے۔یہ وہ ہسپتال ہیں جہاں پر بنیادی سہولیات پوری طرح میسر نہیں ہیں جہاں پر equipments چاہئیں، الحمد للہ اس کو عملی شکل دینے کے لئے اس کے فنڈز میں اضافہ کیا گیا ہے۔اسی طرح پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں 15-ارب روپے میڈیسن کے لئے رکھے گئے ہیں تاکہ جو بھی آدمی ہسپتال میں جائے اس کو وہاں سے میڈیسن مل سکے کیونکہ خادم اعلیٰ پنجاب نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ عوام کو ہر ممکن سہولیات مہیا کی جائیں گی۔ہماری ہیلتھ کے متعلق جو priorities تھیں ان کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ عوام کو facilitate کر سکیں۔پنجاب کے اندر اس وقت تقریباً 200 کے قریب یونین کونسلز میں Basic Health Centres ہیں، وہاں پر چوبیس گھنٹے ڈاکٹر موجود ہوتے ہیں، یہ سہولت کسی اور صوبے میں کیوں نہیں ہے ؟آپ خود دیکھیں خیبر پختونخوا کا بھی بجٹ آیا ہے لیکن وہاں کی عوام کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیا جا رہا ہے۔اسی طرح آپ ایجوکیشن کو دیکھ لیں کہ 312-ارب 91 کروڑ روپے کا بجٹ رکھا ہے، آج پنجاب کے اندر ہر پیدا ہونے والے بچے کو ایجوکیشن دینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں، ہم اپنی ڈیوٹی سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے 12-ارب روپے رکھے ہیں تاکہ غریب کا بچہ مفت تعلیم حاصل کر سکے، ہم ان بچوں کو پہلی سے لے کر میٹرک تک مفت تعلیم دے رہے ہیں اس کے علاوہ کتابیں دے رہے ہیں، اس سے 19 لاکھ بچوں کو فری ایجوکیشن دی جا رہی ہے اور اس سال انشاء اللہ تعالیٰ یہ تعداد 19 لاکھ سے بڑھ کر 22 لاکھ تک ہو جائے گی۔اس کے علاوہ ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ جو کہ ایک غریب کے بچے کا خواب تھا ایچی سن کالج اور LUMS University میں پڑھنے کا جو ادھورا خواب تھا الحمد للہ یہ میاں محمد نواز شریف کا ہی وژن تھا جس کو خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی supervision میں مکمل کیا گیا۔2008 میں ہم نے 2-ارب سے یہ منصوبہ شروع کیا تھا لیکن آج یہ 16-ارب روپے تک پہنچ چکا ہے۔پہلے ڈیڑھ لاکھ بچے ملک کے اندر اور ملک سے باہر تعلیم حاصل کرتے تھے۔اب انشاء اللہ دو لاکھ سے زائد بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔ہم نے ان کے لئے یہ قدغن نہیں لگائی کہ وہ مسلم لیگ (ن) سے وابستہ ہوں بلکہ پنجاب کے اندر جو بھی اچھا اور talented بچہ ہے، جو ذہین بچہ ہے اس کو درخواست دیئے بغیر یہ سکالر شپ ان کے گھر کی دہلیز پر پہنچتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ ایک تبدیلی ہے، انصاف کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہوئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اسی طرح ہم نے 4-ارب روپے لیپ ٹاپ کے لئے بھی رکھے ہیں تو ان کے پیٹ میں درد کیوں ہوتا ہے، اتنی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے والوں کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے کہ غریب کو سکالر شپ

کیوں مل رہا ہے، ایک غریب کو کتاب کیوں دی جا رہی ہے، ایک غریب جس کی پانچ ہزار روپے ماہانہ انکم ہے اگر اس کے بچے کو ایچیسن کالج جیسی دانش سکول میں ایجوکیشن دی جا رہی ہے تو انٹرنیشنل ایجنڈے پر عمل کرنے والوں کے پاؤں کیوں اکھڑ گئے ہیں، کیوں پریشان ہیں اور ان کو دن رات نیند کیوں نہیں آتی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک پر غریب کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ایک سرمایہ دار کا، جتنا ایک پیراشوٹر کا، جتنا ایک جہاز میں بیٹھنے والے کا ہے۔ ہم نے دانش سکول بنائے ہیں وہاں پر ریڑھی چلانے والے اور فروٹ بیچنے والے کا بیٹا اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے جس سے پوری دنیا میں پاکستان کا نام سنہری حروف میں لکھا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جنوبی پنجاب، پنجاب کا دل ہے ہم نے 172۔ارب روپے کا ایک بہت بڑا portion جنوبی پنجاب کو دیا ہے۔ اگر آپ ڈیرہ غازی خان میں دیکھیں گے تو وہاں پر میڈیکل کالج مکمل ہو چکا ہے اور بچے پڑھ رہے ہیں۔ وہاں پر غازی برو تھا یونیورسٹی بھی بن چکی ہے اور اگر آپ رحیم یار خان جائیں گے تو خواجہ فرید انجینئرنگ یونیورسٹی پنجاب کے آخری ضلع میں بن رہی ہے تاکہ وہاں کے بچوں کو لاہور نہ آنا پڑے بلکہ وہ وہاں سے تعلیم حاصل کر کے پوری دنیا میں اپنا اور پاکستان کا نام روشن کر سکیں۔ اگر آپ بہاولپور جائیں گے تو وہاں پر جنرل یونیورسٹی already موجود تھی لیکن اب وہاں پر ویٹرنری یونیورسٹی مکمل ہو چکی ہے اور بہاولنگر میں بھی یونیورسٹی بن چکی ہے۔ جن کے پیٹ میں میٹرو بس اور اورنج لائن ٹرین کا درد ہو رہا تھا۔ آیا جو پیراشوٹر ہیں، جو پارٹیاں بدلنے والے ہیں، جو فنڈز اکٹھا کرنے والے ہیں کیا ان کا ہی اس ملک پر حق ہے؟

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ایک بندہ جو میٹرو بس پر گجومتہ سے بیٹھ کر شاہدرہ تک جاتا ہے اور بیس روپے میں ائر کنڈیشنڈ بس میں سفر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس پاکستان کے لئے دعا گو ہے اور وہ قائد محترم کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ آج روزانہ تقریباً پونے تین لاکھ لوگ اس پر سفر کرتے ہیں وہ سارے شہر لاہور کے نہیں ہیں بلکہ باہر سے آنے والا مزدور اس پر سفر کرتا ہے، پنجاب بھر سے آنے والا طالب علم اس پر بیٹھتا ہے اور اس پر ایک عام آدمی بیٹھتا ہے اور وہ دعائیں دے رہے ہیں۔ ان کو نصیب کیوں نہیں ہوا کہ یہ سوا تین سال میں کچھ کرتے۔ یہ نہیں کریں گے یہ صرف طبلے بجائیں گے، یہ صرف پپٹ شو لگائیں گے۔

جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اگر ہم نے اس کو تعلیم دینے کا فیصلہ کیا ہے، ایک بچہ جو بھٹہ مزدور تھا اگر ہم نے اسے اپنی گود میں لے لیا ہے تو ان کے پیٹ میں کیوں

درد ہو رہا ہے ؟ یہ بھی تو ان بچوں کو پڑھانا شروع کریں۔ یہ نہیں پڑھائیں گے کیونکہ ان کے ایجنڈے کچھ اور ہیں۔ اب بھٹہ مزدور بچے کے ساتھ ساتھ ورکشاپ میں کام کرنے والے بچے کو بھی اسی طرح مستفید کریں گے اس کو بھی سکالرشپ دیں گے اس کے باپ کو بھی ہم اسی طرح motivate کریں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر زمیندار کی بڑی بات کی گئی، جب ہماری گورنمنٹ آئی تھی تو یہی پٹرول 114 روپے فی لٹر تھا اور آج 65 روپے لٹر ہے۔ جب پٹرول اور ڈیزل سستا ہوتا ہے تو ہمارا زمیندار مستفید ہوتا ہے۔ Farm to Market Roads دور دراز بسنے والے ایک عام آدمی کا خواب تھا۔ اگر لاہور میں کارپٹ روڈ بنے ہیں تو الحمد للہ اب پورے پنجاب میں Farm to Market Roads بن چکے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز wind up کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات و ثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! 27۔ارب روپے کا منصوبہ عام آدمی کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔۔۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! ان کا ٹائم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: میرے پاس ہی گھڑی ہے آپ کے پاس نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یوریا کی بوری پر عام آدمی کے لئے -/400 روپے کی سبسڈی ہے اور ڈی اے پی کی بوری پر -/300 روپے سبسڈی ملے گی۔ ہمارا زمیندار خوشحال ہو چکا ہے، ہمارا گنا 180 روپے فی من ہے لیکن دائیں بائیں طبلے بجانے والوں کے صوبوں میں تو 135 روپے فی من ہے اور اس کی بھی payment نہیں ہو رہی۔ ہم نے زمیندار کو 100۔ارب روپے کا package دیا ہے اس میں 50۔ارب روپے اس سال دے رہے ہیں تاکہ زمیندار کو مزید خوشحال کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! رمضان بازاروں پر نکتہ چینی کرنے والو سن لو الحمد للہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے اس مقدس مہینے کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس پاک مہینے میں ہی پاکستان بنا تھا اور اس پاک مہینے میں ہی قرآن پاک کا نزول ہوا تھا اور آج اس تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چیف منسٹر صاحب اگر خود بازار visit کرتے ہیں، اگر چھتیس

اضلاع میں وزراء اور پارلیمانی سیکرٹری visit کرتے ہیں جس سے عام آدمی کو20روپے فی کلو کم قیمت میں دال مل رہی ہے اگر اچھا بینگن 22روپے میں مل رہا ہے، اگر اچھا ٹماٹر 12روپے میں مل رہا ہے جو 90روپے میں تھا۔ اگر پیاز22روپے میں مل رہا ہے اور بھنڈی 26روپے میں مل رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! عام آدمی کو relief مل رہا ہے۔ الحمدللہ پنجاب کا بجٹ ایک غریب آدمی کا بجٹ ہے، ایک طالب علم کا بجٹ ہے۔ یہ بجٹ زمیندار کے ساتھ ساتھ عام آدمی کا بجٹ بھی ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات وثقافت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! کاش یہ لوگ سنجیدہ ہوتے اور ہمارا بجٹ سنتے تو ان پر اثر ہوتا کیونکہ ان کا عوام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور عوام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ملک سے باہر بیٹھ کر پیسے اکٹھے کرتے ہیں اور ملک کے اندر عدم تحفظ پیدا کرتے ہیں۔ اب انشاء اللہ میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں اقتصادی راہداری بھی مکمل ہو گی، ضرب عضب بھی کامیاب ہو گا اور ان کے بیرونی ایجنڈے کسی صورت میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ یہ سیاسی بے روزگار اب روزگار کے چکر میں ہیں لیکن انشاء اللہ ان کو روزگار نہیں ملے گا۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔ آپ کا بہت شکریہ۔ جی، علی اصغر منڈا!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایس اینڈ جی اے ڈی (چودھری علی اصغر منڈا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں منگل کو اپنی تقریر کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، قاضی احمد سعید!

قاضی احمد سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا، جتنا وقت مقرر کیا گیا ہے میں اسی وقت میں اپنی بات wind up کرنے کی کوشش کروں گا۔ 13- جون کو محترمہ وزیر خزانہ نے اسمبلی میں مالیاتی اعداد و شمار کا مجموعہ روایتی، فرمائشی، آرائشی اور زیبائشی دستاویزات کے طور پر پیش کیا۔ جب میں نے 16-2015 اور 17-2016 کے بجٹ کا تقابلی جائزہ لیا تو لفظوں کے ہیر پھیر کے علاوہ مجھے کوئی بات نظر نہیں آئی، صرف اور صرف شعبدہ بازی اور بازی گری سے کام لے کر بجٹ پڑھا گیا ہے۔ یہ بجٹ پنجاب کا بجٹ نہیں تھا، یہ بجٹ جنوبی پنجاب کا بجٹ

نہیں تھا بلکہ یہ بجٹ لاہور کا بجٹ تھا۔ ہمیں جنوبی پنجاب کی بات کرنے کا موقع کیوں ملتا ہے، ہم جنوبی پنجاب کے غریب عوام کی بات کیوں کرتے ہیں اور ہم جنوبی پنجاب کے غریب طلباء کی بات کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ چوتھا بجٹ ہے اور ہم ہر بجٹ میں مطالبہ کرتے ہیں کہ نیشنل فنانس کمیشن کی بنیاد پر حکومت پنجاب صوبائی فنانس کمیشن قائم کرے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ ہمارے ضلعوں کو آبادی کے تناسب سے پیسا مل رہا ہے اور ترقی ہو رہی ہے تب ہمیں یہ بات کرنے کا موقع نہ ملے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ کے ترقیاتی بجٹ میں جنوبی پنجاب کی بات ہو رہی تھی کہ 172۔ارب روپے رکھے گئے ہیں میں اس بات کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ 172۔ارب روپے رکھے گئے ہیں لیکن یہ بھی جھوٹی تسلی ہے۔ جب سال کے آخری ایام آئیں گے اور جب مالی سال ختم ہو رہا ہوگا تو پتا چلے گا کہ دس یا پندرہ فیصد پیسے خرچ ہوئے ہیں جبکہ باقی پیسے lapse ہو گئے یا ارباب اختیار لوگ اپنے من پسند منصوبوں کی خاطر وہ رقم لاہور لے گئے ہیں۔ یہ بات on record ہے کہ جنوبی پنجاب کے لئے گزشتہ بجٹ میں شعبہ صحت اور تعلیم کے لئے جو فنڈز مختص کئے گئے تھے ان میں سے 18۔ارب روپے وہاں سے نکال کر اورنج لائن ٹرین پر لگائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں عوام کو ٹیکسوں میں گھیر لیا گیا ہے اور عوام کو ٹیکسوں میں قید کر دیا گیا ہے۔ سیلز ٹیکس، پروفیشنل ٹیکس، انکم ٹیکس، زرعی انکم ٹیکس، ودہولڈنگ ٹیکس پتا نہیں اور کون کون سے ٹیکس عوام پر لگا دیئے گئے ہیں۔ میں اس کو غریب کش، کسان کش اور مزدور کش بجٹ کہوں گا۔ بجٹ کے حوالے سے میں صرف چند شعبہ جات پر بات کروں گا کیونکہ وقت بہت کم ہے۔ میاں محمد شہباز شریف جو کہ میرے لئے انتہائی قابل احترام ہیں میں انہی کے الفاظ سے اپنی بات شروع کرتا ہوں۔ وہ کہتے تھے کہ:

"اگر ہم نے چھ مہینے میں لوڈشیڈنگ ختم نہ کر دی تو میرا نام بدل دینا"

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ کوئی نئی بات کریں۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! نئی بات بھی کر لیں گے پہلے اس پرانی بات کا جواب تو دے دیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! آپ پہلے وزیراعلیٰ کا نام بدلیں پھر ہم نئی بات بھی کر لیں گے۔

MR SPEAKER: No cross talks please.

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! وہ دن یاد کریں کہ جب مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں محمد شہباز شریف پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت سے یہی بات کہتے تھے جو میں آج آپ سے کہہ رہا ہوں؟ جب وہ مینار پاکستان میں بیٹھ کر ہاتھ سے پنکھے لہراتے تھے اور لوڈ شیڈنگ کے خلاف احتجاج کرتے تھے۔ مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو بدنام کیا اور سیاسی نعرہ لگایا۔ خواجہ محمد نظام المحمود ابھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مجھے حلفاً کہہ رہے تھے کہ ہمارے علاقے میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ صرف چند بڑے شہروں میں آٹھ گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہے باقی سب علاقوں میں سولہ یا اٹھارہ گھنٹے کی غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! گزشتہ بجٹ میں محترمہ وزیر خزانہ نے بھکھی شیخوپورہ پاور پلانٹ، رحیم یار خان سولر پاور پلانٹ، فیصل آباد اور دیگر شہروں میں بجلی پیدا کرنے والے پلانٹس لگانے کے منصوبہ جات کا ذکر کیا تھا۔ اب موجودہ بجٹ میں ان تمام منصوبہ جات کو وہ گول کر گئی ہیں اور اسی طرح نندی پور پاور پراجیکٹ کا ذکر بھی نہیں کیا گیا جو کہ بجلی کے بحران کو دُور کرنے میں ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حکومت بجلی کے بحران کو دُور کرنے میں بُری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکومت پچھلے تین سالوں میں بجلی کے بحران کو ختم نہیں کر سکی اور عوام کو اس حوالے سے کوئی ریلیف نہیں دے سکی۔

جناب سپیکر! جہاں تک فنڈز کی تقسیم کا تعلق ہے تو گزشتہ تین سالوں میں حکومت نے حزب اختلاف کے ممبران کو فنڈز فراہم نہیں کئے حالانکہ میاں محمد شہباز شریف یہ کہتے رہے کہ قانون سازی یا ترقیاتی پروگراموں کے حوالے سے ہم حزب اختلاف کی رائے لیں گے اور ان کو ساتھ بٹھائیں گے لیکن عملی طور پر حکومت کی طرف سے ایسا کچھ نہیں کیا گیا۔ پچھلے چار سالوں میں اس حکومت نے حزب اختلاف کے ممبران کو فنڈز فراہم نہیں کئے۔ یہ کہاں کی جمہوریت ہے؟ آج جس کرسی پر یہ بیٹھے ہوئے ہیں یہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کا ثمر ہے۔ جب ان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہماری حکومت ہچکولوں میں ہے، پاناما لیکس کا ماحول چل پڑا ہے تو جناب آصف زرداری سے کہتے ہیں کہ جمہوریت خطرے میں ہے۔ کیا یہی جمہوریت ہے کہ آپ ہمارے مقابلے میں ہارے ہوئے لوگوں کی تجاویز پر فنڈز جاری کریں، ہم سے تجاویز لی جائیں اور نہ ہی ہمیں ترقیاتی فنڈز دیئے جائیں؟ اسی طرح حزب اختلاف کے ممبران کو ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی کا ممبر بنایا گیا اور نہ ہی اس کمیٹی کی طرف سے منظور کئے گئے ترقیاتی کاموں میں ہمیں کوئی حصہ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! زراعت پاکستان اور صوبہ پنجاب کی ترقی میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ زراعت ہمارے ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ایوان میں معزز ممبران کی زیادہ تعداد زراعت پیشہ سے وابستہ ہے اور وہ کسان یا زمیندار ہیں۔ گزشتہ تین سالوں میں کسانوں کا استحصال اور ان کا معاشی قتل کیا گیا۔ اس حکومت کی طرف سے کسانوں کو کسی قسم کا کوئی relief نہیں دیا گیا۔ کسان آبیانہ، زرعی ٹیکس، زرعی انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، پروفیشنل ٹیکس اور ودہولڈنگ ٹیکس بھی دیتا ہے لیکن جب وہ اپنی فصل فروخت کے لئے بازار میں لے کر آتا ہے تو اسے اس کی صحیح قیمت نہیں ملتی۔ کیا یہی گڈ گورننس ہے اور آپ نے دیکھا کہ گزشتہ سالوں میں دھان، کماد اور گندم کی فصل کا کیا حشر ہوا ہے؟

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی اپنے حلقہ کے ایک گندم خریداری سنٹر کا ذکر کیا تھا جہاں پر مسلم لیگ (ن) کے لوگوں نے پٹواریوں کے ذریعے سے اپنے فرضی نام درج کروا کر سنٹر کے عملہ کو یرغمال بنایا اور وہاں سے تمام کا تمام باردانہ حاصل کر لیا تھا جبکہ غریب کسان اپنی گندم اونے پونے داموں بیچتا رہا۔ حکومت چاہتی ہے کہ وہ پنجاب کی عوام کو relief دے۔ پہلے حکومت پنجاب نے سستی روٹی کا منصوبہ شروع کیا لیکن بعد میں ان کے فرنٹ مین اس منصوبے میں شامل ہو گئے جو اربوں روپے ہڑپ کر گئے اور یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔

جناب سپیکر! میں ایک اہم issue کی طرف محترمہ وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے حکم جاری کیا تھا کہ منڈی مویشیاں سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا یعنی اس کو tax free کر دیا گیا۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ جونہی یہ اعلان ہوا ساتھ ہی شاید یہ ہدایات جاری ہوئیں، ان کے اپنے کرتا دھرتا من پسند لوگوں نے منڈی مویشیوں پر قبضہ کر لیا اور وہ اب بھی تین سے سات سو روپے تک فی جانور ٹیکس وصول کر رہے ہیں۔ میرے حلقہ خان بیلا میں واقع منڈی مویشیاں پر مسلم لیگ (ن) کے لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہاں پر بورڈ تو فری منڈی مویشیاں کا لگا ہوا ہے لیکن وہ لوگ تین سے سات سو روپے تک فی جانور وصول کر رہے ہیں۔ آپ اس بات کی inquiry کروالیں تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ عوام کو کتنا relief مل رہا ہے۔

جناب سپیکر! سرکاری ملازمین کو مہنگائی کے اس پُر آشوب دور میں ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اس دفعہ بھی سابقہ دور کی طرح ان کی دس فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ میں یہ بات فخر سے کہوں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے دور میں سالانہ 30 فیصد ملازمین کی تنخواہیں بڑھائی گئیں اور اس حساب سے

پانچ سالوں میں 150 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئیں۔ ہماری باتوں کو اپوزیشن کی بات سمجھ کر نظرانداز نہ کریں بلکہ ہماری تجاویز پر غور کریں۔ ہمارے احساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری تجاویز پر غور کیا جائے۔ میری یہ گزارش ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 20 فیصد اضافہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! جہاں تک پنجاب میں غربت اور بے روزگاری کا تعلق ہے تو اس بجٹ میں جنوبی پنجاب کے لئے کوئی ایسا منصوبہ نہیں رکھا گیا کہ جس سے لوگوں کو روزگار فراہم ہو اور غربت کا خاتمہ ہو سکے۔ میرے ہاتھ میں اس وقت 9۔ جون 2016 کا روزنامہ "ایکسپریس" ملتان ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ "غربت سے تنگ خاتون نے دو بیٹیوں کو تیزاب پلایا اور پھر خود بھی پی لیا۔" یہ جنوبی پنجاب کے حالات ہیں۔ موجودہ حکمران آسائشات اور تعیشات میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ غریب لوگ غربت کے مارے خودکشیاں کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے صرف اتنی گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ہم جب جنوبی پنجاب کی محرومیوں کی بات کرتے ہیں تو یہ حقیقت ہے کیونکہ ہمارے علاقے میں جانور اور انسان ایک ہی جوہڑ سے پانی پیتے ہیں۔ وہاں کے سکولوں میں بچوں کے بیٹھنے کے لئے فرنیچر میسر نہیں اور وہاں کے سکولوں کی چھت نہیں ہے۔ ابھی میاں محمود الرشید فرما رہے تھے کہ لاہور شہر میں آبادی کا بوجھ بڑھ گیا ہے کیونکہ لاہور میں لوگ منتقل ہو رہے ہیں۔ لاہور میں لوگ اس لئے منتقل ہو رہے ہیں کیونکہ یہاں پر اچھے تعلیمی ادارے اور ہسپتال موجود ہیں۔ جنوبی پنجاب کے لوگ اپنے بچوں کی تعلیم اور صحت کے لئے اپنے علاقے چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ ہم جنوبی پنجاب کی بات اس لئے کرتے ہیں کہ وہاں پر بے روزگاری کا عالم اور غربت ہے۔ آپ بجٹ میں 172۔ ارب روپے رکھ لیں اور اس کے بعد پندرہ بیس فیصد خرچ کرنے کے بعد وہ سارا پیسا lapse کر کے میٹرو بس یا اورنج لائن ٹرین پر خرچ کر دیں تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اسی وجہ سے پھر صوبوں سے آوازیں اُٹھتی ہیں اور ہمیں پنجاب سے یا لاہور سے دشمنی نہیں۔ اورنج لائن ٹرین منصوبہ بہت اچھی بات ہے وہ اربوں کھربوں میں بن گیا اب وہ کیسے چلے گا؟ ہر سال اس پر 12۔ ارب روپیہ کی subsidy آئے گی کیا یہ عوام کے ٹیکس کا پیسا نہیں ہے؟ آپ ہر سال جنوبی پنجاب کے دو تین اضلاع میں 12۔ ارب روپیہ سے صاف پانی مہیا کر سکتے ہیں۔ میں اُس علاقہ سے تعلق رکھتا ہوں جہاں ہر سال سیلاب کی وجہ سے لاکھوں ایکڑ زمین تباہ ہو جاتی ہے، لاکھوں لوگ بے گھر ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر سیلاب روکنے کے لئے بندوں کے پُشتے نہیں ہیں، کوئی پالیسی نہیں ہے اور محکمہ آبپاشی کرپشن کا گڑھ بن گیا ہے۔ بندوں، پُشتوں اور بھل صفائی کے نام پر محکمہ آبپاشی اربوں کھربوں روپیہ ہڑپ

کر جاتا ہے۔ موگہ جات کا ریٹ ایک لاکھ روپیہ مقرر ہے تو tail پر پانی کیسے پہنچے گا، کیا کسان ترقی کرے گا اور کیا خوشحالی آئے گی؟ اس لئے ہم جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں کہ ارباب اختیار لوگوں کو سوچنا چاہئے۔

جناب سپیکر! آپ بخوبی جانتے ہیں اور اللہ گواہ ہے کہ جنوبی پنجاب کے ہسپتال خالی پڑے ہیں۔ لوگوں کی قوت خرید نہیں ہے، ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں، ڈاکٹرز نہیں ہیں تو غریب لوگوں کو مجبوراً پرائیویٹ ہسپتالوں کا رُخ کرنا پڑتا ہے۔ لوگ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے ہیں اور مائیں footpath پر بچے جنم دے دیتی ہیں۔ یہاں لاہور میں بڑے بڑے ہسپتال ہیں اور اس بجٹ میں یہ بات تو آئی ہے کہ اتنے بستر بڑھادیں گے، اتنے کمرے بڑھادیں گے، اتنی مشینیں آجائیں گی لیکن کسی نئے ہسپتال کا اعلان نہیں کیا گیا جس سے جنوبی پنجاب کے لوگوں کو relief ملے اور اُن کے بچوں کو صحت میسر آئے۔

جناب سپیکر! میں اب ایک دو منٹ میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ حکومت نے میٹرو بس بنائی ہمیں اس بات سے کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن اس ایوان کو یہ پتا ہونا چاہئے کہ 3۔ارب روپیہ میٹرو بس پر سفر کرنے کے لئے subsidy دی جا رہی ہے۔ سستی روٹی سکیم پر بھی اربوں روپیہ subsidy دے کر ضائع کر دیا گیا، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم بھی کہیں گم ہو گئی اور اب اورنج لائن ٹرین بنے گی اُس کا کیا حشر ہوتا ہے یہ وقت بتائے گا اور یہ مورخ لکھے گا۔ آپ خرچ کریں ہمیں فرق نہیں پڑتا لیکن تخت لاہور جو خزانے کی کنجی ہے اُس سے جنوبی پنجاب کے لوگوں کو سُکھ کے سانس کے لئے کوئی relief ملنا چاہئے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: قاضی صاحب! بہت شکریہ

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں آخر میں ایک شعر آپ کی نذر کرتا ہوں:

ہزاراں مٹکے ونڈ تیج گئے ہِن ہزاراں ساگر پوتیج گئے ہِن
اساں جو منگے تاں اساں کو آدِن ونڈ تیج گئے ہِن ونڈ تیج گئے ہِن

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ گلناز شہزادی!

محترمہ گلناز شہزادی: جناب سپیکر! شکریہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

Mr Speaker! I pray for the speedy recovery of our beloved leader and honourable Prime Minister Mian Muhammad Nawaz Sharif. Sir, we suffer as you suffer. You are a real hero of Muslim Ummah get well soon.

جناب سپیکر! اس سال 1.452 trillion rupees کا پنجاب بجٹ پیش کیا گیا جس کے حوالے سے بلاشبہ میں یہ کہوں گی کہ یہ غریب دوست بھی ہے، عوام دوست بھی ہے، تعلیم دوست بھی ہے اور کسان دوست بھی ہے۔ اس بجٹ کی سب سے خاص اور اہم بات یہ ہے کہ یہاں پر پچھلے تقریباً تین ساڑھے تین گھنٹوں سے جن مسائل کا ذکر کیا گیا اگر وہ اس کو تھوڑا سا consider کر لیتے تو انہیں اس بجٹ میں اُن کا حل مل جاتا تھا۔ اگر ہم پچھلے حکمرانوں کے بجٹ کو دیکھیں تو اس میں ratio of population and resources کو کبھی بھی consider کر کے بجٹ پیش نہیں کئے گئے جس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ بجٹ میں percentage increase کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو issues رہ گئے ہیں اُن کو اچھے طریقے سے resolve کیا جا سکے اور تمام departments and disciplines میں اور بہتری لائی جا سکے۔ جیسے ایجوکیشن کے بجٹ میں 47 فیصد اضافہ کرنا، اسی طرح صاف پانی کے منصوبوں کے بجٹ میں 88 فیصد اضافہ کرنا، ترقیاتی کاموں کے لئے 550 بلین روپے کا بجٹ مختص کرنا، صحت کے بجٹ میں پچھلے سال کے بجٹ کی نسبت 52 فیصد اضافہ کرنا یہ سب انہی issues کو resolve کرنے کے لئے ہے۔

جناب سپیکر! میں پنجاب حکومت کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جس نے سیالکوٹ میں وومن یونیورسٹی اور آئی ٹی یونیورسٹی کے قیام کے لئے بجٹ مختص کیا۔ اس سال کے بجٹ میں سکولز ایجوکیشن کے لئے 256 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں اور یہ 71 percent more than previous budget ہے۔ اگر ہم تعلیمی پالیسیوں کا تسلسل دیکھیں جو میاں محمد شہباز شریف نے پچھلے سالوں میں introduce کرائیں اُن میں سے "پڑھو پنجاب، بڑھو پنجاب" جو پچھلے سال launch کی گئی تھی تو اگر یہاں پر اس کے ثمرات کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ بہت ناانصافی ہو گی۔ "الف لام" کے ایک سروے

کے مطابق اس سال ہم ایک ملین بچوں کو enroll کرنے میں کامیاب ہوئے جو ایک بہت بڑی achievement ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "الف لام" کے ہی ایک اور سروے کے مطابق صوبہ پنجاب تعلیم کے infrastructure اور سیکھنے کے معیار میں نمبر 1 پر ہے لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ جو تنقید کر کے گئے ہیں وہ یہاں پر سُننے کے لئے موجود نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ مزید جو ranking کی گئیں اُس میں top ten میں صوبہ پنجاب کے 10 اضلاع اور خیبر پختونخوا کا صرف ایک ضلع اپنی جگہ بنا سکا ہے۔ اس کے علاوہ اگر سکولز میں basic facilities کی بات کی جائے تو پنجاب کے سکولز میں basic facilities 93 percent جبکہ خیبر پختونخوا میں basic facilities 44 percent ہیں یہ سب achievements اُن ایجوکیشن پالیسیوں کی وجہ سے ہیں جو میاں محمد شہباز شریف نے time to time introduce کرائیں۔ محنتی اور ذہین طلباء کو acknowledge کرانے کے لئے کبھی laptop distribution، کبھی different criteria پر scholarships دینا اور اسی طرح کی ایجوکیشن پالیسیوں کی continuity میں ہمیں یہ reward دیکھنے کو ملے اور ہمیں یہاں پر 71 percent more budget allocation دکھائی دے رہی ہے تو انشاء اللہ مستقبل میں ہمیں اس سے بھی زیادہ fruitful rewards ملیں گے۔

I salute the vision and endless efforts of our honourable Chief Minister Mian Muhammad Shahbaz Sharif.

جناب سپیکر! ہم اس کے آگے صاف پانی پراجیکٹ کو دیکھتے ہیں۔ اس کے فیز-I میں جن اضلاع کو شامل کیا گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ سیالکوٹ کے figures جو محکمہ نے دیئے تھے ان کے مطابق 58 فیصد پانی صاف نہیں ہے۔ پانی ہی جب صاف نہیں ہوگا تو اس سے جو بیماریاں آئیں گی اس سے ورکر کی صحت پر اثر پڑے گا۔ سیالکوٹ ایک صنعتی شہر ہے اس لئے اس کی ایکسپورٹ پر بھی اسی طرح اثر پڑے گا۔ میں منسٹر صاحبہ سے گزارش کروں گی کہ وہ اس چیز کو ضرور مدنظر رکھیں کہ سیالکوٹ ایک صنعتی شہر ہے اس کو اگر صاف پانی پروگرام کے فیز-I میں شامل کر لیا جائے تو مہربانی ہوگی۔ میں ان الفاظ کے ساتھ wind up کرنا چاہوں گی کہ:

رات کو دن میں بدلتی ہے زمین کی گردش
اور بدل جاتے ہیں دن گردش حالات کے ساتھ

مگر خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ فائزہ مشتاق!

محترمہ فائزہ مشتاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب کا چوتھا بجٹ برائے سال 17-2016 ایک عوام دوست، متوازن اور ترقیاتی بجٹ ہے۔ میں ایسا بجٹ پیش کرنے پر محترمہ وزیر خزانہ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا کو بہت مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اس بجٹ میں میاں محمد شہباز شریف کے وژن کے مطابق صحت، تعلیم، زراعت، امن عامہ اور صاف پانی کے شعبوں کو خصوصی اہمیت سے نوازا گیا ہے۔ اس بجٹ کا تقریباً 57 فیصد حصہ ان پانچ شعبوں کے لئے مختص کیا گیا ہے جو اس بجٹ کے عوام دوست ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ حکومت پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی زیر قیادت عام آدمی کی ضروریات میں آسانی لانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہے جس کا واضح ثبوت معیشت کے مختلف indicators کا مثبت سمت میں بڑھنا اور روزگار کے نت نئے مواقع فراہم کرنا ہے۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب کا ایک بہت احسن قدم E۔روزگار ٹریننگ سنٹرز کا قیام ہے جس کے تحت پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ پنجاب بھر میں اپنے تربیتی مراکز قائم کرے گا اور دس ہزار افراد خصوصاً تعلیم یافتہ خواتین کو بذریعہ انٹرنیٹ معاشی طور پر خود کفیل ہونے کی بلا معاوضہ تربیت دی جائے گی۔

جناب سپیکر! خواتین ہماری آبادی کا تقریباً نصف سے زیادہ حصہ ہیں۔ خواتین کو معیشت کی ترقی کے دھارے میں شامل کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے خواتین کا کوٹا سرکاری ملازمتوں میں 15 فیصد تک کیا ہے اور عمر کی حد میں بھی تین سال کا اضافہ کیا ہے جو خواتین کی ترقی کے لئے بہت اہم اور اچھا قدم ہے۔

جناب سپیکر! منڈی بہاؤالدین میں چلڈرن ہسپتال 12-2011 میں قائم کیا گیا تھا مگر آج تک اس میں پیرا میڈیکل سٹاف، سپیشلائزڈ ڈاکٹر اور janitorial سٹاف مکمل فراہم نہیں کیا گیا۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس مالی سال میں اس ہسپتال کی missing facilities اور missing staff کو پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر! منڈی بہاؤالدین میں ڈسٹرکٹ کمپلیکس میں ڈی ایچ کیو ہسپتال تقریباً آٹھ نو سال سے زیر تعمیر ہے۔ ہر سال ایک یا دو کروڑ کی گرانٹ فراہم کی جاتی ہے جو اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہے۔ یہ حکومت پنجاب کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا اگر اس ہسپتال کو آئندہ مالی سال میں مکمل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! منڈی بہاؤالدین کی آبادی تقریباً دو ملین کے قریب ہے اور اس میں ایک بھی یونیورسٹی نہیں ہے۔ طلباء کو اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر دوسرے شہروں میں جانا پڑتا ہے جس سے ان کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے براہ مہربانی منڈی بہاؤالدین میں پنجاب یونیورسٹی یا گجرات یونیورسٹی کا سب کیمپس قائم کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کرنا چاہتی ہوں اور میں ہمیشہ ہر تقریر میں یہ بات کرتی ہوں کہ منڈی بہاؤالدین شہر کو ریلوے لائن دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے اور ٹرین کے آنے اور جانے کے اوقات میں پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے ٹریفک کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اکثر ٹریفک جام رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی علاقہ کے عوام کی مشکلات کا حل نکالا جائے اور وہاں پر دو انڈر پاس old & new رسول روڈ پر قائم کئے جائیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ملک مظہر عباس راں!

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج اس بجٹ پر بات کرتے ہوئے میں خوشی، اظہار مسرت اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں حکومت پنجاب نے پہلی دفعہ ایگریکلچر سیکٹر کو اہمیت دی ہے۔ زراعت جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس کو بڑے عرصے سے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اس سال پھر ایک ایسا وقت آیا ہے کہ اس ایگریکلچر نے reverse results دیئے اور صاحبان اقتدار کو شاید اس بات پر احساس ہوا کہ ہم نے اس کو نظر انداز کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ 21 فیصد صنعتی شعبہ کا GDP میں حصہ ہے اور 20 فیصد زراعت کا حصہ ہے لیکن جو 21 فیصد ہے وہ بھی زراعت پر base کرتا ہے۔ اگر زراعت کا یہی حال رہا تو یہ 21 فیصد بھی بیٹھ جائے گا۔ میں اپنے ضلع کے ایک بہت بڑے صنعتکار کو ملا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت اور شاید خوشی بھی ہوئی کہ جس طرح ہم کسان اپنی فصلوں کی حالت اور قیمت پر روتے تھے وہ بندہ جسے نظر آ رہا تھا کہ اگر کاٹن ختم ہو گئی تو ہماری ٹیکسٹائل کی صنعت کا کیا

حال ہوگا؟ وہ ہمارے ساتھ اس رونے میں شامل تھا اور صنعتکاروں نے بھی اس اہمیت کو شاید جان لیا ہے کہ صنعت کو بچانے کے لئے زراعت کو زندہ رکھنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں حکومت پنجاب، حکومت پاکستان اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کی پالیسیوں کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے بہت دیر سے سہی لیکن ایک step لیا ہے۔ یہاں ابھی فی ایکڑ پیداوار کی بات ہو رہی تھی۔ میں لمبی بات اس لئے نہیں کر سکتا کہ شاید ابھی آپ گھنٹی بجا دیں گے۔ میں ایک ہی بات کرتا ہوں کہ دنیا میں اب بیج کی ٹیکنالوجی اپنائی جا رہی ہے۔ ہائی برڈ بیج پیدا کئے جا رہے ہیں۔ انڈیا اور دوسرے زرعی ممالک نے ہائی برڈ کی ٹیکنالوجی کو اپنایا ہے جس کی وجہ سے ان کی فی ایکڑ پیداوار بہت زیادہ ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں محترمہ وزیر خزانہ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہوں گا کہ آپ نے جو package زراعت کے لئے دیا ہے اس میں آپ خدارا پاکستان، پنجاب اور ایگریکلچر سیکٹر پر مہربانی کرتے ہوئے ہائی برڈ ٹیکنالوجی کو امپورٹ کرائیں۔ ہائی برڈ سیڈ کی ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے کام کیا جائے اور اس سے آگے جا کر آپ کی فی ایکڑ پیداوار بڑھے گی اور پھر inputs کی قیمتوں کو کم کیا جائے تاکہ ہم انٹرنیشنل لیول پر دوسرے ممالک سے compete کر سکیں۔

جناب سپیکر! پچھلے دنوں خوش قسمتی سے میری ملاقات ہمارے لیڈر میاں محمد شہباز شریف سے ہوئی تو ان کو میں نے صحت کے حوالے سے دو باتیں کیں جن کو انہوں نے appreciate کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ ضرور ہونا چاہئے تو میں بہت خوش ہوں اور وہ گزارشات یہ تھیں کہ مجھے ذاتی علاج کے لئے ایک vascular surgeon کی ضرورت تھی تو پورے پنجاب کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں کہیں بھی vascular surgeon نہیں تھا۔

جناب سپیکر! میں نے ان کو گزارش کی کہ نشتر اور دوسرے بڑے بڑے ہسپتالوں میں vascular surgeon کی سیٹ ہی نہیں ہے تو مہربانی کر کے محترمہ وزیر خزانہ جو آپ کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز ہیں ان میں کم از کم vascular surgeon کی seat create کروائیں تاکہ بروقت لوگوں کا علاج کیا جا سکے۔ میری اس بات کو وزیر اعلیٰ نے appreciate کیا اور اسی وقت انہوں نے آرڈر دیا کہ ہمارے مشیر صحت خواجہ سلمان رفیق سے ان کی ملاقات کروائی جائے، اس بات کو ڈیڑھ دو ماہ ہو چکے ہیں لیکن ان کو ٹائم ہی نہیں مل سکا۔ ابھی یہاں پر بات ہو رہی تھی کہ ہسپتالوں میں ایک بیڈ پر تین تین مریض ہیں تو ایسا کیوں ہے؟ اس کا بھی حل موجود ہے کہ محترمہ وزیر خزانہ ہر ڈسٹرکٹ میں ایک visiting

میں آپریشن کی BHU,s and RHC,s کر دیں۔ آپ کے seat create کی surgeon سہولتیں موجود ہیں لیکن وہاں پر سرجن موجود نہیں ہے۔ کسی کو اگر اپینڈکس کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ نشتر جاتا ہے، ہرنیا کا آپریشن کروانا ہو تو وہ نشتر جاتا ہے یا ضلعی ہیڈ کوارٹر کے ہسپتال میں جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس visiting surgeon ہو گا تو وہ ان districts میں جا کر آپریشن کر سکے گا۔ گھنٹی بج گئی ہے اگر میں حلقے کی بات نہ کروں تو شاید زیادتی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک صاحب! آپ بات کریں۔

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ایک بات جان کی امان چاہتے ہوئے عرض کرنا چاہتا ہوں خدارا میں کوئی تنقید نہیں بلکہ یہ تو محبت میں بات ہے۔ محبت میں بات یہ ہے کہ پچھلے بجٹ میں جو جنوبی پنجاب کو فنڈز دیئے گئے تھے ان کی utilization کی ہم کو تفصیل دی جائے کہ کتنے فنڈز آپ نے جنوبی پنجاب میں utilize کئے اور کتنے lapse ہوئے اور باقی کہاں پر خرچ ہوئے؟ یہ جو فنڈ آپ نے مقرر کیا ہے اس پر بھی ہم آپ کے شکر گزار ہیں اور امید کرتے ہیں کہ صحیح طور پر وقت کے ساتھ ان کو utilize کیا جائے گا۔ ایک بہت بڑی block allocation رکھی جاتی ہے تو مجھے اور میرے حلقے کو اس بجٹ میں کچھ بھی نہیں ملا اور سالہا سال ہم بھاگتے رہیں گے اور ڈائریکٹو کرواتے رہیں گے۔ آخر جب بجٹ آئے گا تو اس میں ہمارے لئے ٹھن ٹھن ہو گی تو مہربانی کر کے جو سڑکوں کا بجٹ ہے۔ ایک بات ابھی میرے ذہن میں آئی ہے آپ ہمیں بتائیں میں ایوان میں کھڑے ہو کر پوچھتا ہوں کہ downfall میں اریگیشن میں کتنی نہروں اور راجباہوں کی لائننگ کی گئی ہے اور وہ لائننگ اپر پنجاب میں ہوئی ہے یا کہ لوئر پنجاب میں ہوئی ہے۔ زیادہ ضرورت تو ادھر ہے جہاں ہم ٹیل پر ہیں اور جب یہاں سے ملتان کے لئے نکلتے ہیں تو ہر راجباہ پکا ہو رہا ہے تو ادھر ہمارے پاس ٹیل پر پانی ہی نہیں ہے۔ اسی طرح اریگیشن کے سلسلے میں، میں ایک تجویز بھی دینا چاہتا ہوں کہ بڑے بڑے شہر بن کر آباد ہو گئے ہیں وہاں پر کالونیاں بن گئی ہیں یہ further ملتان ہی میں نہیں بلکہ ہر بڑے ضلع اور شہر میں بنی ہیں لیکن پانی اسی طرح سے ان زمینداروں کو مل رہا ہے تو اس کے لئے خدارا سروے کروایا جائے کہ جہاں پر آبادیاں بن گئی ہیں ان کا زرعی پانی کاٹا گیا ہے اور وہ پانی ہزاروں کیوسک میں ہو گا لہذا وہ پانی وہاں پر دیا جائے جہاں پر پانی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! بہت شکریہ

ملک مظہر عباس راں: جناب سپیکر! بس یہی میری گزارشات ہیں اور آخر میں ایک شعر کہنا چاہتا ہوں۔ وہ تو چلے گئے ہیں ان کے لئے لکھا تھا ہو سکتا ہے ان تک پہنچ ہی جائے۔

ان کے دل میں کیا چھپا ہے یہ تو بس خدا ہی جانتا ہے
دل اگر بے نقاب ہوتے تو سوچو کتنے فساد ہوتے
سمندر اگر شراب ہوتے تو سوچو کتنے فساد ہوتے
گناہ نہ ہوتے ثواب ہوتے تو سوچو کتنے فساد ہوتے

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، الحاج محمد الیاس چنیوٹی!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام من لا نبی بعدہ۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ محترمہ وزیر خزانہ نے 17-2016 کا بجٹ پیش کیا میری دعا اور خواہش ہے کہ جو وعدے اور خواہشیں اس بجٹ میں دکھائی گئی ہیں اللہ کرے کہ وہ وعدے پورے کرنے کی توفیق بھی ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ پورے صوبے کو تو بہت کچھ دیا گیا ہے مگر جیسے میرے پیش رو ملک صاحب نے بتایا کہ ماہ جنوری سے تیار ہونے بجٹ اب آ رہا ہے اس کی تگ ودو کے لئے ہم نے محکمہ سکول، کالجز، صحت، پی اینڈ ڈی، فنانس اور محکمہ انہار کے چکر لگائے ہیں۔ سکیمیں تیار کیں اور فزیبلٹی کیں مگر اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد صرف دو سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کی نوید سنائی گئی ہے جبکہ وہاڑی میں 40 سکول، فیصل آباد میں 37، لاہور میں 35 اور 500 فٹ ایک بازار پر مشتمل ضلع ننکانہ صاحب کے 9 سکول جبکہ میرے حلقے میں دو سکول اپ گریڈ کئے جائیں گے میں نے دس بارہ سکولوں کے لئے گزارش کی تھی۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ playgrounds کی مد میں میں نے ایک پروٹوٹائپ جمنیزیم مانگا تھا وہ بھی نہ دیا گیا اندرون شہر، ٹف ٹائل، سڑکوں کی مرمت اور بہت سی سکیمیں دی تھیں لیکن کسی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر! دوسرے اضلاع کے بارے میں جب پڑھا تو وہاں ٹف ٹائلیں، سیوریج اور سڑکوں کی مد میں کروڑوں روپے کے فنڈز مختص کئے گئے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ یہ بجٹ بنانے کا طریق کار کیا ہے کون لوگ ہیں جو بجٹ ترتیب دیتے ہیں اور جو ترجیحات ہیں ان کی کیا بنیاد ہے؟ 550 ارب روپے میں سے میری بارہ یونین کونسلز کو صرف 5 کروڑ روپے اور میرے پڑوس میں

چناب نگر کی دو یونین کونسلز کو73کروڑ روپے کا سیوریج عنایت کیا گیا ہے یہ غیر منصفانہ تقسیم میری سمجھ سے بالا تر ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلے بجٹ کے دوران بھی آگاہ کر چکا ہوں کہ جو چناب نگر کا علاقہ اس کے کاغذات گواہ ہیں کہ 1947 میں قادیانیوں نے ایک ہزار 34ایکڑ زمین خریدی یہ ان کی پرائیویٹ کالونی ہے۔ پرائیویٹ کالونی میں حکومت اتنا بڑا فنڈ نہیں لگا سکتی یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ بحریہ ٹاؤن اور دیگر سوسائٹیز ہیں تو آپ نے کبھی وہاں پر دو چار کروڑ روپے فنڈز نہیں دیئے۔ آخر وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا، جنہوں نے 1974 کی قرارداد کو تسلیم نہیں کیا اور 1984 کے آرڈیننس کو تسلیم نہیں کیا وہ اپنے آپ کو ایک پرائیویٹ کالونی کہتے ہیں لہٰذا انہیں کس قانون کے تحت 73 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے؟ یہ تقسیم میری سمجھ سے بالا تر ہے۔ ہم نے کالجوں اور سکولوں کے لئے لکھا ہے۔ ابھی پچھلے مہینے سیالکوٹ سے وفاقی وزیر نے کہا کہ ہر ضلع میں یونیورسٹی ہو گی یا اس کا کیمپس ہو گا۔ میں نے یونیورسٹی اور کیمپس کے لئے بھی لکھا لیکن کرنا کیا وہاں پر تو کالج تک کا اعلان نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے ساتھ اور میرے حلقے کے ساتھ سخت ناانصافی ہے۔ جب تک مجھے انصاف نہیں دیا جائے گا اور دوسرے حلقوں کے برابر میری سکیمیں منظور نہیں کی جائیں گی، میں احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر الحاج محمد الیاس چنیوٹی ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا بابر صاحب! آپ چنیوٹی کے ساتھ بیٹھیں اور انہیں جا کر منائیں۔ رانا محمد ارشد (ایڈووکیٹ) بات کر چکے ہیں، ڈاکٹر فرزانہ نذیر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری علی اصغر منڈا!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ اگلے نمبر پر چودھری غلام مرتضیٰ ہیں۔ جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ) آپ کا نام میرے پاس نہیں ہے۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا پانچواں نام تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میرے پاس آپ کا نام نہیں ہے۔ جی، چودھری غلام مرتضیٰ!

چودھری غلام مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ وزیر خزانہ پنجاب کو ان کے منسٹر بننے کے بعد دوسرا بجٹ پیش کرنے اور 1681۔ارب روپے کا بجٹ مختص کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ میں اپنی بات کو صرف ترقیاتی بجٹ کے figure کی حد تک محدود رکھوں گا کہ ترقیاتی بجٹ کے لئے 550۔ارب روپے کا figure ماشاءاللہ بہت بڑا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ ضرورت کے مطابق ہر

سال ترقیاتی بجٹ میں اور مجموعی طور پر پورے بجٹ میں اضافہ کیا جاتا ہے لیکن جس طرح مولانا چنیوٹی صاحب بات کر کے گئے ہیں وہ اپنے دل کی بات کر کے گئے ہیں اور میری باتیں بھی تقریباً اُن سے ملتی جلتی ہیں کہ کب تک آپ کی جھوٹی مدح سرائی کی جائے؟ 550۔ارب روپے کا بجٹ دینے کے بعد بندہ دیکھتا ہے کہ اس کی تقسیم کیسے کی جائے گی تو یہ ایک سوالیہ نشان ہے؟ میں نے اس سے پہلے تین بار ہر بجٹ میں اپنی گزارشات پیش کیں کہ آپ کے figures دل کو بڑے موہ لینے والے ہوتے ہیں لیکن خدارا اس کی تقسیم کا کوئی طریق کار بنائیں ورنہ جب آپ ایک شہر یا ایک حلقے کو بے تحاشا بجٹ دے کر دوسرے کو زیرو پوزیشن پر لے جاتے ہیں تو لوگ آپس میں نفرت کا باعث بنتے ہیں۔

جناب سپیکر! وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ساتھ والے لوگ ہماری حق تلفی کر رہے ہیں۔ تقسیم کرنے والے پتا نہیں کتنے پتھر دل لوگ ہیں کہ ترجیحات بناتے وقت اُن کی کیا yardstick ہے، یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے؟ اگر پورے پنجاب کو صوبائی حلقوں میں تقسیم کریں تو 300 کے قریب صوبائی حلقہ جات ہیں لہٰذا 550۔ارب روپے کو اگر تقسیم کریں تو اس حوالے سے ہر صوبائی حلقے کے لوگوں کا ایک ارب 80 کروڑ روپے حق بنتا ہے کہ اُن پر خرچ کیا جائے۔ ایک ارب 80 کروڑ روپے بہت بڑی figure ہے۔ مان لیتے ہیں کہ کہیں اس کی ضرورت زیادہ ہے تو کہیں کم ہے لہٰذا اس کو کم بھی کیا جائے تو ایک ارب 80 کروڑ روپے کم کر کے کم از کم ایک ارب روپے پر لے آئیں لیکن حالت بالکل مختلف ہے۔ میں ہر بار کہتا رہا ہوں پھر بھی ہارون آباد تین سالوں سے ignore ہوتا رہا ہے، اس بار بھی میں کہتا ہوں کہ 175۔ارب روپے ملنے چاہئیں لیکن صرف 9 کروڑ روپے ملے ہیں اور صرف چار واٹر سپلائی سکیمیں اس میں آسکی ہیں۔ میں اس بات پر شکر گزار ہوں کہ اگر آپ یہ رقم بھی نہ دیتے تو ہم آپ لوگوں کا کیا کر سکتے تھے سوائے یہ کہ احتجاج کر کے چلے جائیں لیکن اس کے بعد بھی کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی؟

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورتحال ہے کہ چھوٹے شہروں کا کوئی نام ہی نہیں لیتا۔ جنوبی پنجاب کا جب نام لیا جاتا ہے تو خدارا آئندہ ہارون آباد اور فورٹ عباس کو minus جنوبی پنجاب کا نام لیا کریں۔ جنوبی پنجاب پر آپ جو احسان کرتے ہیں اس میں چھوٹی تحصیلوں کے THQs کو ہمیشہ کی طرح بالکل نظرانداز کیا جا رہا ہے اور اس بار بھی کیا گیا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ 43۔ارب روپے کا بجٹ صحت کی مد میں ترقیاتی کاموں کے لئے رکھا گیا ہے جبکہ ہارون آباد میں ان 43۔ارب روپے میں سے ایک روپیہ بھی ہمارے مقدر میں نہیں ہے۔ وہاں صورتحال یہ ہے کہ

گندا پانی پینے سے لوگ گردوں، جگر، کینسر اور بے شمار بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج سے ایک ماہ پہلے کی میں آپ کو مثال دیتا ہوں کہ میں ایک جواں سال شخص کی فوتیدگی پر گیا جس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر مجھے ترس آیا اور میں نے پوچھا کہ ان کے والد کو کیا ہوا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ پیاس سے تنگ تھے اور کسی نلکے سے پانی بھر کر نہیں لا سکے لیکن ہمارے گھروں میں جو پانی کیڑے مکوڑوں والا آتا ہے وہ پیا ہے۔ انہوں نے مجھے اس پانی کی تصویر بھی دکھائی۔ اس گندا پانی پینے سے ایک فٹ سے زیادہ بڑے سائز کا سانپ نما کیڑا اُس شخص کے پیٹ کے اندر پیدا ہوا اور ہفتوں مہینوں میں ہی اس کا nervous system ختم ہو گیا اور اس کے گردے وغیرہ کو کھا گیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ میں اُن چھوٹے بچوں کو دیکھ کر literally رو یا ہوں کہ وہاں پر ان بچوں کا کون والی وارث ہے اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس چیز کے ذمہ دار ہم لوگ ہی ہیں کیونکہ ہم اُن کو پینے کا صاف پانی نہیں دے سکتے۔ میرے پاس وہ تصویر ہے جسے آپ دیکھ بھی سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ ایک مثال دے رہا ہوں لیکن اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اگر صاف پانی نہیں دینا تو پھر ہسپتالوں کی حالت ہی بہتر کر دیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک بیڈ پر تین تین مریض پڑے ہیں لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ اگر آپ ہمارے ہسپتالوں میں چلے جائیں تو بیڈ خالی نظر آتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ڈاکٹر نہیں ہیں اور انتہائی کم ہیں۔ ڈاکٹروں نے وہاں یہ وتیرا بنا رکھا ہے کہ وہ ہر مریض کو بہاولپور، ملتان اور لاہور کے لئے refer کر دیتے ہیں۔ ان مریضوں میں 80 فیصد مریض ایسے ہیں جن کو ہارٹ اٹیک یا کوئی دوسری بیماری ہو تو وہ راستے میں ہی دم توڑ جاتے ہیں۔ میں اس بار تمام forums کے پاس جا جا کر beg کرتا رہا ہوں کہ خدارا صحت کے حوالے سے تھوڑی توجہ کریں۔

جناب سپیکر! سڑکات کا انفراسٹرکچر تباہ و برباد ہے اور اس 550۔ ارب روپے کے ترقیاتی بجٹ میں ایک single road ADP میں شامل نہیں ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ ہمارا قصور کیا ہے، ہمارا قصور بتا دیا جائے تاکہ میں اس کا ازالہ کر لوں اور آپ کے آگے ہاتھ جوڑ لوں، کیا تقسیم کرتے وقت پورے 550۔ ارب روپے میں سے ایک road بھی ہمیں نہیں دے سکتے تھے اور کیا یہ آپ کا ظرف ہے اور یہ گورنمنٹ ہے؟ میں اپنی ذاتی رائے نہیں دے رہا بلکہ یہ لوگوں کی زبان ہے۔ آپ بھی جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں تو اب لوگوں کی زبان پر یہ بات آنا شروع ہو گئی ہے اور کہتے ہیں کہ اس طرح کی منحوس جمہوریت سے آمریت بہتر تھی، میں معذرت کے ساتھ یہ الفاظ کہہ رہا ہوں۔ اگر جمہوریت کا چہرہ اتنا مکروہ ہے تو میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ اس سے آمریت واقعی بہتر تھی۔ خدارا جمہوریت کو

اتنا بدنام نہ کریں اور اس حد تک لوگوں کے ساتھ ظلم نہ کیا جائے کیونکہ کل کو جمہوری لوگ پھر گلے شکوے کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! زمینداروں کے حوالے سے 50۔ارب روپے کا package رکھا ہے جو بہت اچھی بات ہے لیکن میں زمینداروں کے دل کی بات بتا رہا ہوں کہ وہ انا کے ساتھ جینا چاہتے ہیں اور انا کے ساتھ ہی زندگی گزارتے ہیں۔اتنا بڑا بجٹ جو بھیک نما پچھلے سال دیا گیا ہے تو اتنی رقم خرچ کر کے یہ ہماری بدقسمتی نہیں کہ اس کے بعد بھی ہم لوگوں کی بددعائیں لیں لہٰذا اس کا طریق کار ٹھیک کریں۔پٹواری کے رحم و کرم پر لوگوں کو چھوڑ دیا گیا، جس نے تین ہزار روپیہ فی فائل دیا اُس کو 60 ہزار روپیہ مل گیا اور جس نے تین ہزار نہیں دیا اُس کو نہیں ملا۔اتنی بڑی رقم لینے کے بعد لوگ پھر بھی ہمیں بُرا کیوں کہیں؟ جس نے پٹواری کو تین ہزار روپے دے کر پیسے لئے ہیں وہ پھر بھی آپ کی بدخوئی کر رہا ہے کہ مجھے پیسے ایسے نہیں ملے بلکہ تین ہزار روپے خرچ کئے ہیں تو 60 ہزار ملے ہیں۔جن کو minus کر دیا ہے اور پیسے نہیں ملے وہ تو بددعائیں دے ہی رہے ہیں۔اس 50۔ارب روپے کی utilization کو بہتر کرنے کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں کو لائنوں میں بھکاریوں کی طرح کھڑا کرنے کی بجائے ایک لاکھ کمیونٹی کو 50۔ارب روپے دینے ہیں تو کوشش کریں کہ اس میں سے pick and choose کرنے کا اختیار کسی کو نہ دیں۔ اس رقم کو چاہے per person کم کر لیں لیکن سب کو دیں تاکہ لوگ بھکاریوں کی طرح نہ لیں بلکہ باعزت طریقے کے ساتھ ہر ایک کو تھوڑا بھی ملے گا تو وہ مطمئن رہیں گے۔جب pick and choose کا اختیار دیا جاتا ہے تو پٹواری وہی سلوک کرتے ہیں جو عرصہ دراز سے کرتے چلے آرہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ سکولوں کی اپ گریڈیشن کی بات کروں گا۔ سکولوں کے لئے اڑھائی سو ارب روپیہ رکھا گیا ہے جبکہ پورے ہارون آباد میں سنگل ایک سکول کو بھی اپ گریڈ کرنے کی توفیق نہیں ہو سکی۔ساتھ والے حلقوں میں جائیں تو ماشاء اللہ بے شمار نظر آتے ہیں حالانکہ اس کا ذکر کرنا نہیں بنتا اور کسی سے حسد کی بات نہیں ہے لیکن اس طرح کی تقسیم پر لوگ منفی سوچ سوچنے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ چالیس کے قریب گاؤں سیم کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر! پچھلی بار بھی میں نے کہا اور اس بار بھی سیکرٹری صاحب سے ملا کہ چالیس گاؤں کا مطلب یہ ہے کہ لاکھوں لوگ سیم کی وجہ سے تباہ و برباد ہیں اور ان کے رقبے بالکل تباہ ہو چکے ہیں لہٰذا ان کو ٹیوب ویل سسٹم نصب کر کے یا سیم نالے بنا کر بحال کیا جا سکتا ہے لیکن اس دفعہ بھی ایک روپیہ رکھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔اُن لوگوں کا والی وارث کون ہے، ان کا قصور کیا ہے اور گناہ کیا ہے؟ اُن کا گناہ بتا دیں تاکہ

اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ جو لوگ زمیندار تھے جن کا ہاتھ دینے والا تھا وہ مانگ بھی نہیں سکتے اور پھر ان کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کو کہ وہ ٹیکس لینے کے لئے جا رہے ہیں جو ان کو جا کر نوٹس تھما رہے ہیں اور ساتھ میں threat کر رہے ہیں کہ لائیں ٹیکس جبکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری انکم نہیں ہے اور ہماری زمینیں تباہ ہو رہی ہیں۔ ہم ٹیکس کیا دیں ہمیں تو دو وقت کی روٹی نہیں مل رہی اور آپ ہم سے ٹیکس لینے کے لئے آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ عجیب و غریب قسم کا قانون ہے اور دیکھا یہ جانا چاہئے کہ اگر کسی جگہ پر جرم ہو رہا ہے اور اگر پچاس لوگ جرم کر رہے ہیں تو ان پچاس کو پکڑیں اور اگر کہیں ایک بھی بندہ جرم نہیں کرتا تو ایک کو بھی نہیں پکڑنا چاہئے۔ جب رمضان المبارک آتا ہے اور اس طرح کے کوئی اہم مواقع آتے ہیں تو ڈی سی اوز کو targets دے دیئے جاتے ہیں کہ آپ کے ضلع کا یہ ٹارگٹ ہے تو ڈی سی او پھر آگے اے سی صاحبان کو ٹارگٹ دیتے ہیں کہ اتنے جرمانے ہونے چاہئیں۔ یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ ٹارگٹ دیا جاتا ہے جو کہ عجیب سکھا شاہی ہے جو میری سمجھ سے بالاتر ہے اور الفاظ شاید نامناسب ہیں۔ عجیب قانون ہے کہ اگر کسی جگہ کوئی جرم نہیں کر رہا اور کوئی مہنگی چیزیں فروخت نہیں کر رہا تو پھر بھی اس کا زبردستی چالان اپنا ٹارگٹ پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ خدارا قانون کے چہرے مہرے کو بہتر کریں جو کہ نظر بھی آنا چاہئے۔ یہ بھی انتہائی ناانصافی پر مبنی بات ہے کہ جو ٹارگٹ آفیسرز کو دیئے جاتے ہیں تو پھر وہ لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں چاہے وہ جرم کر رہے ہیں یا نہیں۔ ٹریفک سارجنٹ کو دیکھ لیں انہیں بھی ٹارگٹ دیئے جاتے ہیں کہ شام تک 20 چالان جمع کراؤ۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ایک جگہ پر 20 لوگوں نے قانون کی violation کرنی ہے 200 لوگ بھی قانون کو violate کر سکتے ہیں تو ان 200 کو پکڑیں۔ اگر کوئی ایک فرد بھی violation نہیں کرتا تو ایک کو بھی نہیں پکڑنا چاہئے۔ اس طرح کی یہ چیزیں ہیں جو لوگوں میں بے چینی، بے قراری اور تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔

جناب سپیکر! چونکہ میرا دل دکھی ہے اور سچی بات پوچھیں تو یہ کوئی تقریر نہیں ہے بلکہ یہ دکھوں کا اظہار ہے تو خدارا ان پر نظر ثانی کر لیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں تو نظر ثانی کر لیں تو یہ آپ کا احسان نہیں ہوگا بلکہ یہ آپ کی ذمہ داری میں آتا ہے۔

جناب سپیکر! آخری بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ صاف پانی کی بات کی گئی ہے جس میں 10 اضلاع کی 35 تحصیلوں کی بات ہے اور اس بجٹ کی کتاب میں پھر ہارون آباد تحصیل کا نام شامل نہیں ہے۔ میں نے حالات آپ کو بتا دیئے ہیں، لوگ جھولیاں اٹھا کر بددعائیں دیتے ہیں تو میری گزارش ہے

کہ ان سے بچیں۔ دس اضلاع کی 35 تحصیلوں میں ہارون آباد کا نام نہیں ہے اور میں نے سارا ریکارڈ چھان مارا ہے لیکن ہارون آباد کا نام اس میں نظر نہیں آیا تو خدارا اسے بھی شامل کریں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: فنانس منسٹر صاحبہ اسے نوٹ کر لیں۔ چودھری غلام مرتضیٰ صاحب! منسٹر صاحبہ نے اس کا نام نوٹ کر لیا ہے۔ محمد آصف باجوہ ایڈووکیٹ!

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): بہت شکریہ۔ جناب سپیکر کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ 17-2016 کے بجٹ میں یقینی طور پر سوشل سیکٹر پر خاص توجہ دی گئی ہے اور میں وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے وزیر اعلیٰ صاحب کی supervision میں یہ بجٹ ترتیب دیا جو کہ یقینی طور پر بیوروکریسی کا بجٹ نہیں ہے بلکہ عوام کے منتخب نمائندوں کا بجٹ ہے اور مرکز میں بھی جس طرح سے بجٹ پیش کیا گیا ہے تو تین سالوں کی بھرپور محنت سے آج "مورگن سٹینلے ملٹی مارکیٹ" میں ہمارا نام آگیا ہے جس پر میں انہیں بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یقینی طور پر پاکستان کی معیشت ان لوگوں کی وجہ سے بہتر ہوئی ہے۔ جو لوگ بجٹ بناتے ہیں یعنی قوم کے نمائندے محنت کرتے ہیں، ان کی وجہ سے ہمیں آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ آج ہم "مورگن سٹینلے ملٹی مارکیٹ" کے ممبر بننے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! پیش کردہ بجٹ کو میں نے سوشل سیکٹر کا بجٹ اس لئے کہا کہ پوری دنیا میں سوشل سیکٹر پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے جس میں صحت، تعلیم اور دوسرے اسی طرح کے public interest کے یعنی عوام کی ترقی کے matter کو اس میں رکھا جاتا ہے۔ یقینی طور پر صحت کے لئے 150-ارب روپے رکھے گئے جس میں 16-ارب 60 کروڑ روپے کی مفت ادویات ہیں جس کی وجہ سے عوام یقینی طور پر ریلیف محسوس کریں گے کیونکہ اس سال بھی چیف منسٹر صاحب کا یہ concern رہا ہے کہ ایمرجنسی اور چلڈرن وارڈز کے علاوہ خواتین کے زچہ بچہ سیکٹر میں لوگوں کو مفت ادویات ملیں۔ میرا خیال ہے کہ اس بجٹ میں جتنی بڑی رقم رکھی گئی ہے اس سے عوام کو یقیناً ریلیف ملے گا۔

جناب سپیکر! تعلیم کے لئے 312-ارب روپے رکھے ہیں اور 71 فیصد ڈویلپمنٹ کے بجٹ سے یقیناً missing facilities اور دیہاتی علاقوں کے چھوٹے پرائمری سکولوں میں کمرہ جات کی تعمیر ہوگی جہاں چھوٹے بچے بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں گے اور ہمارے خلاف جو پراپیگنڈا کیا جاتا تھا اس کا یہ یقینی طور پر توڑ ہے۔ 50-ارب روپے بہت بڑی رقم ہے جو کہ کسان کے لئے رکھی گئی لیکن اس حوالے سے میری چند ایک گزارشات ہیں کہ پچھلے سال کسان کو subsidize rates پر

agricultural implements دیئے گئے لیکن کسانوں کو جس طریقے سے اس کا فائدہ پہنچنا چاہئے تھا شاید ہم اس طریقے سے انہیں فائدہ پہنچا نہیں سکے کیونکہ ایک ہی کسان کو چار چار implements دے دیئے گئے۔ اگر کوئی غریب کسان ہے تو وہ چار implements نہیں خرید سکتا لہٰذا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو involve کیا جائے اور ہر کسان کو ایک ایک implement دیا جائے اور ایسے لوگوں کو implement دیا جائے جن کے پاس پہلے کوئی implement نہیں ہے اور اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں اسی حوالے سے ایک گزارش کروں گا کہ ڈسکہ پنجاب کی ایک بہت بڑی تحصیل ہے جس میں ہزاروں کارخانے ہیں جہاں پر agricultural implements تیار کئے جاتے ہیں اور وہاں agricultural کے ساتھ ساتھ سرجیکل کے آلات بھی تیار کئے جاتے ہیں، آٹو پارٹس کے آلات تیار کئے جاتے ہیں جبکہ لاہور میں میسی فرگوسن ٹریکٹر کے 70 سے 80 فیصد پارٹس ڈسکہ سے تیار ہو کر آتے ہیں۔ ڈسکہ میں ایک سمال انڈسٹریل اسٹیٹ بھی ہے اور بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چائنا نے سمال انڈسٹریل اسٹیٹ کو ترقی دے کر ترقی کی لیکن ہم اس سوچ کو ابھی تک شاید develop نہیں کر سکے حالانکہ بے پناہ لوگ ایسے ہیں جو unskilled ہیں اور ڈسکہ میں پچاس ہزار کے قریب لوگ کام کرتے ہیں لیکن وہاں پر ایک بھی ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ نہیں ہے۔ میں آج اپنی چوتھی بجٹ سیشن تقریر میں پھر اس بات کی طرف توجہ دلا رہا ہوں اور ہر سال request کی کہ ڈسکہ میں اس کی بہت ضرورت ہے اور شدید ضرورت ہے کہ لوگوں کو skilled workers مہیا کئے جائیں لہٰذا وہاں ایک بھی پولی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ یا کوئی ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ ہی کم از کم بنا دیا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو skilled بنایا جاسکے اور لوگ بہتر طریقے سے ایک standardize کام کر سکیں۔

جناب سپیکر! جو لوگ ڈسکہ میں زرعی آلات تیار کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح دوسرے شعبوں کو سیلز ٹیکس میں indemnity دی گئی ہے اور جی ایس ٹی سے نکالا گیا ہے اسی طریقے سے ٹریکٹر سازی اور جو جو آلات ٹریکٹر کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں انہیں بھی انکم ٹیکس فری قرار دیا جانا چاہئے تاکہ ان کے rates کم ہو سکیں تاکہ کسانوں کو سہولت میسر آ سکے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ تقسیم کئے جانے والے زرعی آلات جو فیکٹریاں بناتی ہیں، پاکستان میں کیا صرف چار فیکٹریاں ہیں، نہیں۔ ڈسکہ کے بعد حافظ آباد، میاں چنوں، اوکاڑہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور لاہور جیسے شہروں میں زرعی آلات تیار ہوتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جو لوگ حکومت کو زرعی آلات فراہم کرتے ہیں ان کی اپنی کوئی

فیکٹریاں نہیں ہیں بلکہ وہ آلات باہر سے تیار کرواتے ہیں اور ان سے لے کر خود supplier بن جاتے ہیں۔ یہ مخصوص قسم کے لوگ ہیں جو گزشتہ چار سالوں سے اس قسم کا فراڈ کر رہے ہیں تو میری آپ کی توسط سے محکمہ زراعت سے، ان کے ارباب اختیار سے، وزیر زراعت سے اور وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ انہوں نے جو شرائط پری کوالیفکیشن کی رکھی ہیں، ان پر ذرا غور کریں اور جو لوگ اصل مینو فیکچررز ہیں، ڈسکہ سے، فیصل آباد اور دوسرے شہروں سے ان کو on board لیں اور انہوں نے جو پری کوالیفکیشن کی شرائط رکھی ہیں، ان کو تبدیل کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس میں involve کیا جا سکے کیونکہ اس سے مقابلے کا رجحان پیدا ہوگا۔ اگر انہوں نے کوئی implement دو لاکھ روپے کا لیا ہے تو ہم ڈسکہ والے اسے ڈیڑھ لاکھ روپے میں دینے کو تیار ہیں اس لئے میری humble submission ہے کہ ایسی باتوں کو بغور دیکھ لیں۔ اگر اوپن مارکیٹ میں کوئی چیز دو لاکھ روپے کی ہے جب حکومت سپلائی کرتی ہے تو وہ ساڑھے تین لاکھ روپے کی سپلائی کرتی ہے تو اس سے کسان کو ریلیف نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! پنجاب کا کل ترقیاتی بجٹ 550۔ارب روپے کا ہے جس میں 27۔ارب KPRR پروگرام کے لئے ہیں، سڑکوں کے لئے 52۔ارب روپے اور ٹرانسپورٹ کے لئے 92۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ لیپ ٹاپ کے لئے 23.3۔ارب روپے، دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے 145.5۔ارب روپے ہیں، بلدیاتی اداروں کے لئے 286.5۔ارب روپے اور ریسکیو 1122 کے لئے 4۔ارب 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں دس فیصد اضافہ کیا گیا ہے جبکہ پنشنرز کے لئے 128۔ارب روپے اس عوامی بجٹ میں رکھے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً یہ ایک متوازن بجٹ ہے اور یہ غریب کا بجٹ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جن لوگوں نے بڑی بڑی باتیں یہاں کیں اور وہ باتیں کر کے چلے گئے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ بیگم نسرین جاوید!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ زیب النساء اعوان!

محترمہ زیب النساء اعوان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے قائد پاکستان وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کے کامیاب آپریشن ہونے پر پوری قوم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے دعائیں کیں اور مختلف صدقات دیئے۔ اس کے بعد میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی پوری ٹیم جس میں ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا، رانا ثناء اللہ خان، جناب شیر علی خان اور باقی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ یہ ایک عوام دوست بجٹ اور کسان دوست بجٹ ہے۔ جب بھی ہمارے قائد

میاں محمد نواز شریف کی اور میاں محمد شہباز شریف کی حکومت آئی تو وہ عوام کو نہیں بھولے۔اس کے بعد میں میاں محمد شہباز شریف کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے لاہور کے بعد راولپنڈی کو بڑے پراجیکٹس دیئے جن میں خواتین کے ایک ہسپتال کا بھی انہی دنوں افتتاح ہوا جس پر میں راولپنڈی کے عوام کی طرف سے ان کی شکر گزار ہوں۔ انہوں نے راولپنڈی میں میٹرو بس کا منصوبہ دیا۔ جب بھی میاں صاحبان کی حکومت آئی تو انہوں نے کبھی پیلو کیب سکیم دی، موٹروے جیسے منصوبے دیئے اور جو وعدہ کیا وہ وفا کیا۔

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا نہ ہو
اور وہ قرض ہی کیا جو ادا نہ ہوا

اس کے بعد میں قائد میاں محمد شہباز شریف کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے، انہیں نظر بد سے بچائے۔ ایک شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کروں گی۔ باتیں تو کافی ساری تھیں لیکن وقت تھوڑا تھا:۔

جب اپنا قافلہ عزم و یقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دو
مجھے یقین ہے چشمہ یہیں سے نکلے گا

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اب اجلاس کل بروز جمعتہ المبارک مورخہ 17- جون 2016 صبح 9:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ کل بھی سالانہ بجٹ 17-2016 پر بحث جاری رہے گی۔